فہرستِ مضامین

پہلا باب

دُنیا میں بہت سارے مذاہب ہیں۔ اوراُن میں سے اکثر مذاہب مسیحی مذہب سے بہُت ریادہ دیرینہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ اوران مذاہب کے پیروؤں میں سے بہت سے سارے اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ ایسے مذہب کے پابند ہیں۔ جو بہت پُرانا ہے۔ لیکن یہ بات بہت حیرانگی کی معلوم ہوتی ہے ۔ کہ مسیحی مذہب کے ماننے والوں کی تعداد دُنیا میں تمام دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے بہت زیادہ ہے۔ حالانکہ اس مذہب کے بانی سیدنا مسیح نے صرف دوہزار سال کا عصہ گزرا اس دنیا میں جنم لیا۔ اورمذہبوں کی تاریخ کے نقطہ نظر سے یہ زمانہ ایک قلیل زمانہ ہے۔ جب کہ دیگر مذاہب جو بہت ہی دیرینہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اُن کے ماننے والوں کی تعداد مسیحیوں کی تعداد سے بہت کم ہے۔ چاہیے تو یہ تھا۔ کہ جو مذاہب دیرینہ ہیں اُن کے پیروؤں کی تعداد مسیحیوں سے زیادہ ہوتی لیکن اس کے برخلاف مسیحیت کے پیروؤں کی تعداد تمام دیگر مذاہب کے پیروؤں کی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔ مسیحی دنیا کے ہرملک میں پائے جاتے ہیں ۔ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں لوگ مسیحی نہیں ہوئے ۔ دنیا کی ہر حکومت میں خواہ وہ مذہب پرستوں کی حکومت ہو خواہ وہ ناستکوں کی حکومت ہو۔ مسیحی مذہب کے پابند پائے جاتے ہیں۔ دنیا کی ہر بولی بولنے والوں میں مسیحی ہیں۔ اورانجیل مقدس جو مسیحی مذہب کی مذہبی کتاب ہے۔ جس میں سیدنا مسیح کی لاثانی شخصیت کا ذکر ہے کا ترجمہ دنیا کی تقریباً چوداں سوزبانوں میں ہوچکا ہے۔ دنیا میں یہی صرف ایک کتاب ہے جس کا ترجمہ اتنی زبانوں میں ہوا ہے۔ اوریہی ایک کتاب ہے جس کی اشاعت ناصرف کتابوں سے زیادہ ہے بلکہ یہی وہ کتاب ہے جس کی فروخت سب کتابوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ تو مسیحی مذہب کی ترقی اور انجیل مقدس کی اس قدر اشاعت اورفروخت ہر صاحبِ فکر کو محو حیرت کردیتی ہے۔ کسی تحریک کی ترقی کے جوظاہرا اسباب ممکن ہوسکتے ہیں۔ اُن میں سے ایک بھی مسیحیت کی ترقی کا راز نہیں۔ بعض تحریکیں دنیا میں روپے کے زور پر پھیلائی جاتی

ہیں۔ بعض لوگ غلط فہمی سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ مسیحیت بھی بالعموم تمام دنیا میں اور بالخصوص ملکِ ہند میں روپے کے زور پر پھیلائی گئی ہے۔ ایسا دعویٰ کرنے والے لوگ مسیحی تواریخ سے عدم واقفیت کا اظہار کرتے ہیں اُنہیں یہ معلوم نہیں کہ سیدنا مسیح جو مسیحی مذہب کا بانی ہے نہ صاحبِ دولت تھا نہ صاحبِ جائداد تھا اُس نے اپنی بابت یہ کہا:

" کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اورہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابنِ آدم (سیدنا مسیح) کےلئے سردھرنے کی بھی جگہ نہیں" (انجیل شریف: متی ۸: ۲۰) اگر دولت مسیحیت کی ترقی کا رازہوتی تو سیدنا مسیح یہ کبھی نہ کہتے۔ دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونامشکل ہے۔متی ۱۹باب کی آیت ۲۳۔ بلکہ اُنہوں نے ایک نوجوان دولتمند سے یہ مطالبہ کیا" اگرتو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال واسباب بیچ کر غریبوں کو دے تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اورآکر میرے پیچھے ہولے۔ متی ۱۹باب کی ۲۱آیت ۔ سیدنا مسیح نے جو اپنے پہلے صحابہ چُنے اُن کی بابت انجیل مقدس میں بیان ہے کہ اپنا سب کچھ چھوڑکر سیدنا مسیح کے پیچھے ہولئے۔ " دیکھ ہم تو سب کچھ چھوڑکر تیرے پیچھے ہولئے " متی ۱۹باب کی ۲۷آیت ۔ ان حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ مسیح کے صحابہ بنے اُنہیں بجائے دولت حاصل ہونے کے اپنا سب کچھ چھوڑنا پڑا۔ سیدنا مسیح کے صحابی بننے کےلئے اُن سے یہ وعدے نہیں کئے گئے کہ تمہیں دولت مند بنادیا جائے گا۔ بلکہ اس کے برخلاف اُن سے یہ مطالبہ کیا گیاکہ مال اسباب بیچ کر غریبوں کو دیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ خود ہی محتاج ہوجائیں۔ بلکہ یہ کہ اپنے مال دولت میں غریبوں کو حصہ داربنائیں۔

ایمانداروں کی جماعت ایک دل اورایک جان تھی۔ اور کسی نے بھی اپنے مال کو اپنا نہ کہا بلکہ اُن کی سب چیزیں مشترک تھیں،(اعمال ۴: ۳۲) کسی شخص کو مسیحی بننے سے اُسے روپیہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ دسروں کی امداد کےلئے روپیہ دینا پڑتا ہے ۔ ملک ہند میں اگر مسیحیت روپے کے زورپر پھیلائی گئی ہوتی ۔ توہند کے مسیحیوں میں ایک شخص بھی غریب نہیں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن حقیت یہ ہے

کہ ہندی مسیحیوں میں صاحبِ دولت بہت کم اور غریب بہت زیادہ ہیں۔ پس روپیہ مسیحیت کی ترقی کا رازنہیں ہے۔ بعض تحریکیں تلوار کے زور سے پھیلائی جاتی ہیں ۔ لیکن مسیحیت کی ترقی کا رازتلوارکا زورنہیں ہے۔زبردستی تبدیلی مذہب ہر صورت میں ناجائز ہے۔ اگریہ بات جائز ہوتی تو خدا کو چاہیے تھاکہ تمام لوگوں کو زبردستی سچے اورکامل مذہب میں داخل کراتا۔ لیکن خدا مذہبی تبدیلی یا مذہب کے قبول کرنے میں زبردستی نہیں کرتا۔ سیدنا مسیح کے پاس کوئی تلوار کا زورنہ تھا۔ بلکہ جب سیدنا مسیح کو دشمن گرفتارکرنے لگے تویہ بیان انجیل مقدس میں پایا جاتاہے۔ اس پر انہوں (دشمنوں) نے پاس آکر سیدنا مسیح پر ہاتھ ڈالا اوراُنہیں پکڑا۔ اور دیکھو سیدنا مسیح کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر تلوارکھینچی اورسردارکاہن کے نوکر پر چلاکراُس کاکان اڑادیا۔ سیدنا مسیح نے اس سے کہا اپنی تلوار کو میان میں کرلے۔ کیونکہ جو تلوارکھینچتے ہیں ۔ وہ سب تلوارسے ہلاک کئے جائیں گے ۔ متی ۲۶: ۵۰تا ۵۲) دُنیاکی تاریخ مسیح کے اس قول کی شاہد ہےکہ جنہوں نے دنیا کو تلواراور زورسے فتح کرنے کی کوشش کی آخرکار وہ خود تلوار اورزورسے ہی مغلوب ہوگئے ۔ مسیحی تواریخ میں بھی ایک ایساتاریکی کا وقت آیا کہ اُس وقت مذہبی رہنماؤں نے غلط رہنمائی کی۔ اوراس بانی مذہب کے نام میں جو امن وسلامتی کا شہزادہ کہلاتاہے۔ جس کی زندگی کا اصول محبت اور عدم تشدد تھا۔ صلیبی جنگیں لڑی گئیں۔ لیکن جس سرزمین میں مسیحیت کو تلوار کے زور سے قائم رکھنے اورپھیلانے کی کوشش کی گئی ۔ وہیں مسیحیت ناکامیاب ہوئی ۔اور وہی ملکِ فلسطین جہاں سیدنا مسیح نے جنم لیا اورجہاں صلیبی جنگیں لڑی گئیں ۔ وہ ملک آدھا مسلمانوں کے قبضے میں ہے اورآدھا یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ اس ملک میں بہت کم لوگ ہیں۔ لیکن جہاں تشدد کا جواب عدم تشدد سے دیا گیا۔ نفرت کا جواب محبت سے دیا گیا۔ وہاں مسیحیت نے ترقی کی اور چند سالوں میں رومی زبردست حکومت مسیحیت کے سامنے مغلوب ہوگئی اوررُومی شہنشاہ کو یہ کہنا پڑا"۔ اے ناصری (سیدنا مسیح) تو فتح مند ہوا" وہی مسیحی ملک کہلاتا ہے ۔ لہذا مسیحیت کی ترقی کا رازتلوارکا زورنہیں

ہے۔ بعض تحریکیں حکومت کے زورپر پھیلائی جاتی ہیں۔ کئی ایک مذہبی رہنما یا تو بادشاہوں کے گھرانوں میں پیدا ہوئے یا بعد میں بادشاہ بن گئے ۔ لیکن سیدنا مسیح نے ایک غریب گھرانے میں جنم لیا۔ نہ اُنہوں نے بادشاہ کے گھرانے میں جنم لیا نہ ہی بادشاہ بنا۔ بلکہ اُنہوں نے یہ کہا۔ مسیح نے جواب دیاکہ میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں۔ گرمیری بادشاہی دنیا کی ہوتی تومیرے خادم لڑتے۔تاکہ میں یہودیوں کے حوالہ نہ کیا جاتا مگر میری بادشاہی یہاں کو نہیں؟ یوحنا باب ۱۸آیت ۳۶۔ دنیا کی بادشاہتیں زور سے ہی حاصل کی جاتی ہیں۔ اور زورہی سے قائم رکھی جاتی ہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسیحیت ملکِ ہند میں انگریزی حکومت کے وسیلے سے آئی اور انگریزوں کی حکومت ہی کے وسیلے سے پھیلی ہے۔ اگر مسیحیت انگریزوں کی حکومت کے وسیلے سے پھیلائی جاتی تو انگریزحکومت کے ختم ہوجانے پرختم ہوجاتی ۔ یہ تواریخی حقیقت ہے کہ مسیحیت ملکِ ہند میں دو ہزار سال کا عرصہ گذرا سیدنا مسیح کے ایک شاگردتوما رسول کے وسیلے سے پہلے دفعہ داخل ہوئی ۔ مسیحی سوداگروں اور مشنریوں

کے وسیلے سے انگریزی حکومت سے بہت برسوں پہلے مسیحیت کی منادی ہوتی رہی اوراس ملک میں ایک قلیل تعداد مسیحیوں کی ہو گئی انگریزی حکومت کے دوران میں بھی مسیحی مشنریوں کا بحیثیت مشنری انگریزی حکومت سے تعلق نہ تھا۔ اسی لئے انگریزی حکومت ختم ہوگئی۔ لیکن مشنری کام بدستورجاری ہے۔ مسیحی تواریخی یہ بتاتی ہے کہ جب سیدنا مسیح نے تعلیم دینی شروع کی اُس ملک کے مذہبی رہنما یعنی یہودی اُس کے بدترین دشمن بن گئے ۔ اور اُس زمانے کی حکومت یعنی رومی حکومت مخالف ہوگئی ۔ جس کے نتیجے کے طورپر سیدنا مسیح مصلوب کردیا گیا۔ اور کئی صدیوں تک رومی حکومت مسیحیت کی بیخ کنی کرنے کے لئے مسیحیوں کا خون بہاتی رہی۔ توحکومت کا مسیحیت کی مدد کرنا تو درکنار رہا۔ کئی صدیوں تک رومی حکومت میں مسیحی مذہب ہی ناجائز مذہب رہا اورمسیحیوں کو چند صدیوں تک رومی حکومت کے ہاتھوں ظلم وتشدد کا سامنا کرنا پڑا توجو لوگ مسیحیت کی ترقی راز حکومت بتاتے ہیں۔ وہ یا تو ایسا کہنے سے مسیحی تواریخ سے عدم واقفیت کا اظہار

کرتے ہیں۔ یا تجاہل عارفانہ کے طورپر مسیحیت کو بدنام
کرنے کی خاطر مسیحیت کی ترقی کا رازحکومت بتاتے ہیں۔
ایسے لوگوں نے حقیقت سے چشم پوشی کرکے اپنے دعویٰ کی
بنیاد محض تعصب پر رکھ چھوڑی ہے۔ بلکہ حقیقت تویہ
ہے کہ انگریزی حکومت کے دوران میں بہت سارے لوگ
مسیحی مذہب سے اس لئے نفرت کرتے تھے۔ کیونکہ اُنہیں
انگریزوں کی حکومت سے نفرت تھی۔ لہذا وہ اُس مذہب سے
بھی نفرت کرتے تھے۔ جو حکومت کا مذہب تھا۔ اب لوگوں
کا نقطہ نظر مسیحیت کے بارے میں بہُت درجہ تک بدل گیا
ہے۔

دوسرا باب

بعض تحریکیں علم کے زورپر چلائی جاتی ہیں۔ لیکن
سیدنا مسیح نے ایسے چیلے چنے جو عالم نہ تھے بلکہ جن کا
پیشہ ماہی گیری اور محصول لینا تھا۔ اسی لئے مسیح کے
چیلوں کو لوگ اَن پڑھ کہتےہیں۔ جب انہوں نے پطرس
اوریوحنا کی دلیری دیکھی اورمعلوم کیاکہ اَن پڑھ اورناواقف
آدمی ہیں توتعجب کیا۔ پھراُنہیں پہچاناکہ یہ سیدنا مسیح کے
ساتھ رہے ہیں اعمال باب ۴: آیت ۱۳۔ ایسے کم علم صرف
بارہ چیلوں کو اُس نے چنا جن میں سے ایک چیلے یہوداہ
اسکریوتی نے غدارہوکرخود سیدنا مسیح کو پکڑوادیا۔ اُن میں
سے سب سے بہادر چیلے پطرس نے جس نے سیدنا مسیح
سے یہ کہا تھا۔ اے خداوند تیرے ساتھ میں قید ہونے بلکہ
مرنے کو بھی تیارہوں؟ لوقا باب ۲۲: آیت ۲۳۔ اُسی پطرس
نے ایک لونڈی اورآدمیوں کے سامنے سیدنا مسیح کا انکارکیا"
اُس (پطرس) نے قسم کھاکر پھر انکارکیا کہ میں اس آدمی
(سیدنا مسیح) کو نہیں جانتا۔ متی باب ۲۶: آیت ۴۲ انہیں
گیارہ چیلوں کو لے کراُن میں وہ الہیٰ روح بھردی کہ اُنہوں نے

حکومتوں اورعالموں کو حیران کردیا۔ اورمسیحی مذہب کی
اس طورپر منادی کی کہ ان صحابیوں کے حین حیات ہی میں
مسیحی مذہب تمام ایذا رسانیوں کے باوجود ناصرف ملکِ
فلسطین ہی میں پھیل گیا۔ بلکہ براعظم ایشیا سے براعظم
یوروپ میں بھی پھیل گیا۔ سیدنا مسیح نے اُس وقت اپنے
صحابیوں سے یہ کہا ۔ کہ تم سب مجھے چھوڑدوگے اورایسے
وقت میں جب کہ اُس زمانے کا زبردست رومی حکومت
سیدنا مسیح اوراُس کے چیلوں کی مخالفت تھی اُس نے یہ
پیشینگوئی کی کہ یروشلیم سے شروع کرکے سب قوموں میں
توبہ اورگناہوں کی معافی کی منادی اُس کے (سیدنا مسیح)
کے نام سے کی جائیگی (لوقا باب ۲۴: آیت ۴۷) اورجب ایک
عورت نے عطرِ سیدنا مسیح پر ڈالا توشاگردوں نے خفا ہوکر
کہا یہ کس لئے ضائع کیا گیا۔ سیدنا مسیح نے کہا" اُس نے جو
عطر میرے بدن پر ڈالا یہ میرے دفن کی تیاری کے واسطے کیا"
متی باب ۲۶: آیت ۱۲۔ لیکن باوجود یہ جاننے کے کہ میں
پکڑوایا جاؤنگا۔ مصلوب کیا جاؤں گا اور دفن ہونگا۔
پیشینگوئی کی ۔ میں تم سے سچ کہتاہوں کہ تمام دنیا میں
جہاں کہیں اس خوشخبری کی منادی کی جائیگی۔ یہ بھی جو
اس نے کہا ۔ اس کی یادگاری میں کہا جائے گا "متی باب ۲۶:
آیت ۱۳۔ پھر سیدنا مسیح نےیہ بھی پیشینگوئی کی اوربادشاہی
کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب
قوموں کےلئے گواہی ہو۔متی باب ۲۴: آیت ۱۴۔ ایسے
مخالف حالات کے درمیان ایسی پیشینگوئیاں کیں جن کا پورا
ہونا ناممکن نظر آتا تھا۔ لیکن مسیحیت کی ترقی اورانجیل کی
اشاعت گواہ ہے۔ کہ وہ پیشین گوئیاں سچ ثابت ہوئیں۔ "اُن
پیشن گوئیوں کو پورا کرنے والے کوئی بیرونی اسباب نہ تھے۔
پس ثابت ہواکہ کسی تحریک کی ترقی کے جتنے بیرونی اسباب
ہوسکتےہیں۔ اُن میں سے ایک بھی مسیحیت کی ترقی کا راز
نہیں ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیحیت کی ترقی کی اصل
وجہ کیا ہے؟

اس ترقی کی اصل وجہ سیدنا مسیح کی لاثانی شخصیت
ہے۔ کسی شخصیت کے بارے میں پوری واقفیت حاصل
کرنے کےلئے تین باتیں جاننا ضروری ہیں۔

۱۔ اُس شخص نےکیسی تعلیم دی؟

۲۔ اُس شخص نے کیا کیا دعوےٰ کئے؟

۳۔ اُش شخص کا چال چلن کیسا تھا؟

تیسرا باب

۱۔ سیدنا مسیح نے کیسی تعلیم دی؟

۱۔ سیدنا مسیح نے بتایا ۔ کہ خدا ہے اورساتھ یہ بھی بتایاکہ وہ کیسا خدا ہے۔ متی باب ۵: آیت ۴۵۔

" تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو۔ وہ خدا ہے اورسب انسان اُس کے بیٹے ہیں۔

خدا کے بارے میں دوطرح کے خیال پائے جاتے ہیں ۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ کوئی خدا نہیں۔ ایسے لوگوں کو ناستک یادہریئے کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ کوئی خدا نہیں۔ خدا کی ہستی کا ماننا ایک وہم ہے۔ اورخدا کی ہستی کے بارے میں مندرجہ ذیل قسم کے کئی ایک اعتراضات پیش کرتے ہیں:

۱۔ میں خدا کی ہستی کا اس لئے منکر ہوں کیونکہ وہ میرے تجربہ میں نہیں آیا۔ لہذا خدا کی ہستی کا ماننا ایک وہمی امر ہے۔

۲۔ چونکہ خدا میرے حواس خمسہ میں نہیں آیا۔ اس لئے میں اُسے ماننے کےلئے تیارنہیں ہوں۔

۳۔ یہ سائنس کا زمانہ ہے۔ اورسائنس چونکہ خدا کی ہستی کی منکر ہے ۔لہذا میں بھی خدا کی ہستی کا منکرہوں۔

پہلے کا اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جو شئے نہ کسی کے تجربہ میں آئی ہو اورنہ ہی کوئی اورمدُعی ہو کہ اُس کے تجربہ میں آئی ہے۔ اس شئے کے وجود کا انکارممکن ہے۔ لیکن اگر کوئی شئے میرے تجربہ میں نہیں آئی۔ لیکن اوربے شمار لوگوں کا دعویٰ ہو کہ اُن کے تجربہ میں آئی ہے۔ تو اس حالت میں یہ دعویٰ توصحیح ہوگاکہ وہ شے میرے تجربہ میں نہیں آئی۔ لیکن یہ دعویٰ غلط ہوگاکہ چونکہ وہ شے میرے تجربہ میں نہیں آئی ہے۔ لہذا دنیا میں کسی کے تجربہ میں بھی نہیں آئی ہے۔ جیسے کہ ایک شخص یہ کہے کہ میں یہ نہیں مانتا کہ ملیریا کے جراثیم ہوتے ہیں اوراپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہ

دلیل دے کہ چونکہ یہ جراثیم میرے تجربہ اورمشاہدہ میں نہیں آئے۔ لہذا میں اُن کے وجود کا منکرہوں ایسا دعویٰ ایک غلط دعویٰ ہوگا۔ جبکہ بے شمار اور انسانوں کا تجربہ اورمشاہدہ یہ ہے۔ کہ ملیریا کے جراثیم ہوتے ہیں یا کوئی شخص یہ کہے کہ میں ان جراثیم کے وجود کا قائل تب ہونگا۔ اگر میں ان کی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ ہاں اُن جراثیم کا دیکھنا ممکن ہے لیکن ایک وسیلے کی ضرورت ہے۔ اور وہ وسیلہ خوردبین ہے۔ جس طرح انسان اُن جراثیم کو بغیر وسیلہ کے نہیں دیکھ سکتا۔ حالانکہ یہ مادی ہیں۔ اگرآج سے کچھ برس پہلے یہ دعویٰ کرتا۔ کہ ایک انسان کی آوازہزاروں میلوں پر سے دوسرا انسان سن سکتا ہے تو کوئی اس دعویٰ کا یقین نہ کرتا۔ اوراُاگر کسی ایسے شخص سے جو ریڈیو سے ناواقف ہے یہ کہے کہ ہم ایک آدمی کی آوازہزاروں میلوں سے سن سکتے ہیں تو وہ اب بھی اُسکا یقین نہیں کرے گا۔ بلکہ اسے وہم کہے گا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ بغیر وسیلہ سے انسان کی آوازہزاروں گز تک بھی نہیں جاسکتی۔ لیکن وسیلہ کے ساتھ ہزاروں میلوں تک سنی جاسکتی ہے۔ جب ایسی مادی اشیاء جیسے جراثیم کو ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کےلئے خوردبین کے وسیلہ کی ضرورت ہے اورانسان کی آواز کو ہزاروں میلوں پر سننے کےلئے ریڈیو کی ضرورت ہے۔ توخدا جو غیر مرئی ہے۔ اُس کے تجربہ اورمشاہدہ کے لئے کیوں وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ وہ وسیلہ ایمان ہے۔ بے شمار انسانوں کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ ایمان کے وسیلہ سے خدا اُن کے تجربہ اور مشاہدہ میں آیا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے:

دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں۔ کہ جو صرف اُن ہی اشیاء کا قائل ہو جواُس کے حواس میں آئی ہیں۔ بلکہ ہر شخص کو اس دنیا میں دوسروں کے تجربات کی بنا پر ایسے ماننا پڑتا ہے جیسےکہ وہ چیزیں خود اُس کے حواس خمسہ میں آچکی ہیں۔ مثلاً تواریخی ہستیاں، جوبڑے بڑے بادشاہ مرچکے ہیں۔ ہم اُن کی ہستیوں کو ایسے مان لیتے ہیں۔ جیسکہ وہ ہمارے تجربہ اورمشاہدہ میں آچکےہیں۔ مثلاً مہاراجہ اشوک اس کے وجود کے بارے میں ہمیں ذرا بھی شک نہیں۔ کیونکہ اگرچہ وہ ہمارے تجربہ اورمشاہدہ میں نہیں آیا۔ لیکن

جس زمانہ میں وہ پیدا ہوا اُس وقت کے لوگوں کے تجربہ اورمشاہدہ میں آیا اور اُس وقت کے لوگ یہ دعوےٰ کرتے آئے کہ مہاراجہ اشوک ہوا ہے۔ اورہم نے اُن لوگوں کی گواہی پر اس بات کو ایسے مان لیا ہے۔ جیسے کہ ہمارے تجربہ اور مشاہدہ میں بھی آیا ہے۔ دنیا کے ممالک کے مختلف شہر جواگرچہ ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے لیکن ہمیں اُن کے وجود کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ بے شمار لوگوں کو گواہیاں ہیں کہ وہ شہر ہیں اور دنیا کی بے شمار چیزیں جو کہ اگرچہ ہمارے حواس خمسہ میں نہیں آئیں۔ لیکن دوسروں کی گواہیوں پر ہم نے اُنہیں اس طرح تسلیم کرتے ہیں۔ کہ گویا وہ ہمارے تجربہ اورمشاہدہ میں آچکی ہیں۔

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سائنس نہ تو خدا کے منکر ہے اورنہ ہی خدا کی قائل۔ بے شمارسائنس دان خدا کے منکرہیں۔ اوربے شمارسائنس دان خدا کے قائل ہیں۔ دنیا کا مشہور سائنس دان البرٹ آئین اسٹائین کہتا ہے کہ" میں بہت ہی دین دارمذہبی آدمیوں کے گروہ سے تعلق رکھتا ہوں۔

دنیا کا مشہورسائنس سر آئزک نیوٹن لکھتا ہے کہ " ہم خدا کے کلام کو ایک نہایت ہی اعلیٰ فلاسفی سمجھتے ہیں۔ میں دوسری تمام تواریخی کتابوں سے زیادہ بائبل مقدس میں اُس کے معتبرہونے کے ثبوت پاتاہوں۔

تویہ کوئی دلیل نہیں۔ کہ میں خدا کی ہستی کا اس لئے قائل نہیں۔کیونکہ سائنس خدا کی ہستی کے قائل نہیں۔ انسان طبعاً خدا پرست ہے۔ خدا کا اقرارطبعی امر ہے اورانکارغیر طبعی ہے۔ انسان ہمیشہ سے ایک ہستی کا قائل رہا ہے جواُس سے بڑی ہے۔ ہر ملک اورہر زمانے میں انسان ایسی ہستی کے قائل رہے۔ یہاں تک کہ انسان نے ایسی ہستی کے ماننے میں اپنی زندگی کی قربانیاں تک بھی دے دیں۔

خدا کو ماننا اُس کی پرستش کرنا انسان کا ایک طبعی جذبہ ہے پس جو اس طبعی جذبہ کا انکارکرتا ہے۔ بارِثبوت اُس کے ذمہ ہے۔

پلاٹو جرمن فلاسفر لکھتا ہے " بہت ہی کم لوگ دہریت میں ایسے ضدی ہیں کہ ایک زبردست خطرہ بھی انہیں اس

بات کےلئے مجبور نہیں کرسکتا۔ کہ وہ ایک الہیٰ قوت کو نہ مانیں۔

فرانس کا ماہرِ حساب اور فلاسفر بلیئر پارکل کہتا ہے" دنیا چونکہ آدمی کی خواہشات کو پورا کرنے میں ناکامیاب ہے لہذا یہی بات لا مذہب آدمی کو خدا کے ساتھ قائم رکھتی ہے۔

سیدنا مسیح نے یہ بتایا۔ کہ خدا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ رومیوں کے نام پولوس رسول کا خط باب ۱آیت ۱۹، ۲۰ میں یوں مرقوم ہے:

"کیونکہ جو کچھ خدا کی نسبت معلوم ہوسکتا ہے وہ اُن کے باطن میں ظاہر ہے۔ اس لئے کہ خدا نے اُس کو اُن پر ظاہر کردیا ہے۔ کیونکہ اُس کی ان دیکھی صفتیں یعنی اُس کی ازلی قدرت اور الوہیت دنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہوکر صاف نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ اُن کا کچھ عذر باقی نہیں"۔

دلیل یہ ہے کہ دنیا کا وجود نیا کے خالق کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔جس طرح سے میز کو دیکھ کر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس میز کا کوئی نہ کوئی کاریگر ضرو رہوگا۔ بنی ہوئے شئے بنانے والے کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ اگر کوئی میز کو دیکھ کر یہ دعویٰ کرے کہ اس میز کا کوئی بھی بنانے والا نہیں اور ثبوت یہ دے کہ چونکہ میں نے میز کے بنانے والے کو نہیں دیکھا۔ لہذا اس میز کا کوئی بھی بنانے والا نہیں ہوسکتا۔ ایسا دعویٰ کرنے والے شخص کو احمق کہا جائے گا۔ اسی طرح بائبل مقدس میں لکھا ہے " کہ احمق کہتا ہے کہ کوئی خدا نہیں " حالانکہ اُس کی اندیکھی صفتیں یعنی اُس کی ازلی قدرت اور الوہیت دنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہوکر صاف نظر آتی ہے ۔ یہاں تک کہ اُن کو کچھ عذر باقی نہیں۔ سیدنا مسیح نے ناصرف یہ بتایا کہ خدا ہے۔ بلکہ یہ بتایا کہ وہ کیسا خدا ہے۔ یہ بتایا کہ خدا باپ ہے جو ناصرف مسیحیوں کا باپ ہے بلکہ تمام لوگوں کا باپ ہے۔ دنیا کے انسان چاہے وہ کسی قوم، ملت، مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ سب بھائی بھا ء ہیں۔ متی باب ۲۳ آیت ۹، ۱۹ " تم سب بھائی ہو۔۔۔۔۔۔تمہارا ایک ہی باپ ہے جو آسمان پر ہے" ۱کرنتھیوں باب ۸ آیت ۶ " ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے یعنی " باپ " باپ ہونے کی وجہ سے

وہ تمام انسانوں سے پیار کرتا ہے ۔ وہ کسی کو غریب یا امیر نہیں بناتا بلکہ انسان ہی خود غرضیوں کی وجہ سے ایک دوسرے کو غریب بناتا ہے کیونکہ خدا کا سلوک اس فطرت میں تمام انسانوں کے ساتھ ایک ہی جیسا ہے ۔ متی باب ۵: آیت ۴۵تا ۴۶۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راستبازوں اور ناراستوں اور دونوں پر مینہ برساتا ہے " اُس نے کسی کو اعلیٰ یا ادنیٰ جاتی کا نہیں بنایا۔ بلکہ خود غرض انسان ہی نے دوسرے انسان کو ادنیٰ بنادیا اور اس خود غرضی کو جائز ٹھہرانے کےلئے ذمہ داری خدا پر ڈال دی کہ خدا نے فلاں کو اعلیٰ اور فلاں کو ادنیٰ پیدا کیا ہے۔ اعمال باب ۱۰.آیت ۳۴تا ۳۵" اب مجھے پورا یقین ہوگیا۔ کہ خدا کسی کا طرف دار نہیں۔ بلکہ ہر قوم میں سے جو اُس سے ڈرتا اور راستبازی کرتا ہے۔ وہ اُس کو پسند آتا ہے" اعمال باب ۱۷: ۲۶" اس نے ایک ہی اصل سے آدمیوں کی ہر ایک قوم تمام روئے زمین پر رہنے کے لئے پیدا کی۔ اور اُن کی معیاریں اور سکونت کی حدیں مقرر کیں" خدا باپ کی محبت کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا

کہ وہ ایسا پیار کرنے والا باپ ہے جو نا صرف اچھے کام کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔ بلکہ نافرمانوں سے بھی پیار کرتا ہے ۔ لوقا باب ۱۵: آیت ۱۱، ۲۲ " پھر اُس نے کہا کہ کسی شخص کے دو بیٹے تھے اُن میں سے چھوٹے نے باپ سے کہا" اے باپ! مال کا حصہ مجھ کو پہنچتا ہے مجھے دے دے ۔ اُس نے اپنا مال متاع انہیں بانٹ دیا اور بہت دن نہ گذرے کہ چھوٹا بیٹا اپنا سب کچھ جمع کرکے دور دراز ملک کو روانہ ہوا اور وہاں اپنا مال بدچلنی میں اڑادیا۔ اورجب سب خرچ کرچکا تو اُس ملک میں سخت کال پڑا۔ اور وہ محتاج ہونے لگا۔ پھر اُس نے اُس کو اپنے کھیتوں میں سور چرانے بھیجا اور اُسے آروز تھی۔ کہ جو پھلیاں سور کھاتے تھے اُنہیں سے اپنا پیٹ بھرے مگر کوئی اُسے نہ دیتا تھا۔ پھر اُس نے ہوش میں آکر کہا۔ میرے باپ کے کتنے ہی مزدوروں کو افراط سے روٹی ملتی ہے اور میں یہاں بھوکا مر رہا ہوں۔ میں اٹھ کر اپنے باپ کے پاس جاؤں گا۔ اور اُس سے کہونگا۔ اے باپ! میں آسمان کا اور تیری نظر میں گنہگار ہوا۔ اب اس لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں۔ باپ نے اپنے نوکروں سے کہا ۔ اچھے سے اچھا

جامه جلد نکال کراُسے پہناؤ اوراُس کے ہاتھ میں انگوٹھی اور پاؤں میں جوتی پہناؤ۔

اس تمثیل میں یہ بتایا گیا ہے۔ وہ ایسا پُر محبت باپ ہے جو ناصرف فرمانبردار لوگوں سے پیار کرتا ہے۔بلکہ نافرمانوں سے بھی پیارکرتا ہے۔ باپ کی محبت کا خاصہ یہ ہے کہ ناصرف فرمانبردار بیٹے سے بلکہ نافرمان بیٹے سے بھی محبت رکھے۔

۲۔ اُس نے یہ بتایا کہ میں پہلی تعلیموں کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ سیدنا مسیح نے اخلاقی تعلیمات کا مخالفت نہیں کی ۔ اوراُس نے کسی اچھی تعلیم کو ردنہیں کیا۔ یہی سیدنا مسیح نے بتایا۔اسی لئے مسیحی مذہب کسی سچائی کا مخالف نہیں ہے بلکہ اُس نے تمام اخلاقی تعلیموں کو مکمل کردیا۔ پہلے یہ تعلیم دی جاتی تھی بلکہ اب بھی دی جاتی ہے۔کہ " خون نہ کر" متی باب ۵: آیت ۲۱۔ انسان کا قتل ہر مذہب میں گناہ ہے۔ اور یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ انسان کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ ایک زمانہ جو اخلاقی طورپر ابتدائی زمانہ تھا۔ جس میں مذہب کے نام میں لوگوں کو قتل کیا گیا۔ وہ اخلاقی نقطہ نظر سے تاریکی کا زمانہ ہے۔ اگر وہ محض یہی تعلیم دیتے خون نہ کر تو اُن کی تعلیم باقی ہادیان مذہب کی تعلیم کے مطابق ہوتی ۔ لیکن اعلیٰ نہ ہوتی۔ بلکہ اُن ہادیان مذہب سے ادنیٰ ہوتی ۔ جنہوں نے سیدنا مسیح سے پہلے یہ تعلیم دی۔ خون نہ کر، سیدنا مسیح نے ناصرف اس تعلیم کو دوہرایا بلکہ اس تعلیم کا مکمل کردیا اوریہ فرمایا متی باب ۵: آیت ۲۴" تم سن چکے ہوکہ اگلوں سے کہا گیا تھا۔ کہ خون نہ کر۔ اورجو کوئی خون کرے گا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصہ ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ اورجو کوئی اپنے بھائی کو پاگل کہے گا وہ صدرِعدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ جو اُس کو احمق کہیگا۔ وہ آگ کے جہنم کا سزا وارہوگا۔ پس اگرتو قربان گاہ (عبادت کرنے کی جگہ) پر اپنی نظر گذارنتا ہو۔ اور وہاں تجھے یاد آئے۔ کہ میرے بھائی کو مجھ سے کچھ شکایت ہے۔ تو وہیں قربان گاہ کے آگے اپنی نذر چھوڑدے۔ اورجاکر پہلے اپنے بھائی سے ملا پ کر تب آکر نذر گذران "۔ یہ کہا گیا ناصرف خون نہ کر، بلکہ غصہ بھی نہ ہو۔ بلکہ یہ کہا

ملاپ کر، خون ایک فعل ہے جو غصہ کا نتیجہ ہے غصہ جڑ ہے۔ خون اُس کا پھل ہے سیدنا مسیح نے فرمایا غصہ نہ ہو جو خون کی جڑ ہے۔ کٹ گئی تو خون جو اُس کا نتیجہ ہے۔ پیدا ہی نہیں ہوگا۔ بلکہ انجیل مقدس میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ ۱یوحنا باب ۳آیت ۱۵" جو کوئی اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہے وہ خونی ہے" ناصرف خون کا فعل گناہ ہے۔ بلکہ دل میں عداوت رکھنا بھی گناہ ہے۔ سیدنا مسیح نے گناہ کی جڑ کو کاٹنے کا حکم دیا اوراس گناہ کی جڑ عداوت ہے۔ خدا انسان کے ظاہر افعل ہی کو نہیں دیکھتا بلکہ دل پر غور کرتا ہے۔ عداوت دل میں پیدا ہوتی ہے ۔ لیکن فعل بیرونی حالات کے تابع ہے قتل کا فعل کرنے کے لئے بیرونی حالات موافق ہونا چاہیے۔ مثلاً قاتل کی مقتول تک رسائی ہو بوقت بچانے والا نہ ہو۔ قاتل مقتول سے زبردست ہو۔ اس لئے ممکن ہے ۔ کوئی شخص قتل کرنے کا ارادہ رکھے۔ لیکن بیرونی حالات موافق نہ ہونے کی وجہ سے قتل کا فعل نہ کرسکے تو وہ اُنسانوں کے نزدیک قاتل نہیں ہوگا۔ لیکن خدا جو دل کو دیکھتا ہے ۔ اُس کے نزدیک وہ شخص قاتل ہے اسی لئے یہ کہا " جو کوئی اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہے ۔ وہ خونی ہے" سیدنا مسیح کی یہ تعلیم لاثانی تعلیم ہے۔ یہ اس تعلیم کا کمال ہے کہ خون نہ کربلکہ اپنے بھائی سے ملاپ کرتب آکر نذگذران یعنی جب تک ہمارا اُس بھائی کے ساتھ ملاپ نہ ہو جس کو ہم سے شکایت ہے۔ تب تک ہمارا ملاپ خدا سے بھی نہیں ہوسکتا۔۱یوحنا باب ۴آیت ۲۱، ۲۵۔ اگر کوئی کہے کہ میں خدا سے محبت رکھتا ہوں اوروہ اپنے بھائی سے عداوت رکھے تو جھوٹا ہے ۔ کیونکہ جو اپنے بھائی سے جسے اُس نے دیکھا ہے۔ محبت نہیں رکھتا۔ وہ خدا سے بھی جسے اُس نے دیکھا محبت نہیں رکھ سکتا۔ اورہم کو اُس کی طرف سے یہ حکم ملا ہے"۔ کہ جو کوئی خدا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنے بھائی سے بھی محبت رکھے"۔

۳۔ زنا نہ کر۔ متی باب ۵آیت ۲۷۔ سیدنا مسیح نے یہ فرمایا ۔ متی باب ۵آیت ۲۸" کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اُس کے ساتھ زنا کرچکا"۔ اس لئے کہ خدا سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وہ اُنسان کے دل کو جانتا ہے کہ وہ انسان کی دلی خواہش کو اچھی طرح پہچانتا ہے۔ اس لئے کہ انسان جو دوسرے انسان کے دل میں

ہے اُسے تب تک نہیں جان سکا۔ جب تک وہ خواہش عملی جامہ نہ پہنے۔ لیکن خدا انسان کے دل کو جانتا ہے۔ اسی لئے اگر کسی کے دل میں بُری خواہش ہو تو وہ خدا کی نظر میں زنا کا رہوگیا۔ کس قدر لاثانی تعلیم ہے کہ زنا کی جڑ ہی کاٹ دینے کو کہا۔ کیونکہ جب دل میں بُری خواہش پیدا ہوتی ہے۔ تب بُرا فعل ہوتا ہے۔ یعقوب کا خطِ عام باب ۱آیت ۱۵" خواہش حاملہ ہوکر گناہ کو جنتی ہے۔ اورگناہ جب بڑھ چکا تو موت کرتا ہے"۔

۱کرنتھیوں باب ۱۶آیت ۹" بدکارخدا کی بادشاہی کے وارث نہ ہوں گے ۔ فریب نہ کھاؤ حرامکارخدا کی بادشاہی کے وارث ہوں گے نہ زناکار" بلکہ یہاں تک بیان کردیا۔ ۱کرنتھیوں باب ۵آیت ۱۱" اگر کوئی بھائی (یہاں بھائی کا لفظ خصوصیت کے ساتھ مسیحی یا کرسچن کےلئے آیا ہے) کہلا کر حرامکار یالالچی یا بُت پرست یاگالی دینے والا یا شرابی یا ظالم ہوتو اُس سے محبت نہ رکھو بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا۔ یہ حرامکاروں کو سوشل بائی کاٹ کرنے کا حکم دیا۔

۴۔ متی باب ۵آیت ۳۸" تم سن چکے ہو۔ کہ کہا گیا تھا۔ کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اوردانت کے بدلے دانت" یہ تعلیم تمام مذاہب میں موجود تھی اوریہی ایک اخلاقی معیار تھا۔ اس تعلیم کی ضرورت بھی تھی۔ کیونکہ ابتدائی زمانہ میں جب انسان جنگل کے قوانین پر چلتا تھا۔ تواُس میں ایسا درندہ پن تھا۔ اورایسا بدلہ لینے کا جذبہ تھا۔ کہ اگر کوئی اُس کا ایک دانت توڑدے تو وہ تب تک صبرنہیں کرسکتا تھا۔ جب تک یا تواُسے جان سے ماردے یا اُس کے ایک دانت کے بدلے کئی دانت توڑدے ۔ لیکن اس تعلیم سے ایک بندش اُس پر لگادی گئی ۔کہ اگر کوئی ایک دانت توڑدے تواُس کے بدلہ میں اُس کا ایک ہی دانت توڑا جائے۔ اگرایک آنکھ کا نقصان کیا ہے توایک ہی آنکھ کا نقصان اُس کے بدلہ میں کیا جائے۔ مشروط بدلہ لینے کی اجازت دے دی گئی ۔ اوریہ بدلہ لینے کی تعلیم ایک عام تعلیم ہے۔ لیکن سیدنا مسیح نے یہ تعلیم دی۔ متی باب ۵آیت ۳۹، ۶۱۔" لیکن میں تم سے یہ کہتاہوں۔ کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیردے (یہ عدم تشدد کی

تعلیم ہے اورایک مثال بیان ہے ۔ ورنہ عموماً طمانچہ دہنے ہاتھ سے مارا جاتا ہے اورجس کے طمانچہ لگتا ہے۔ اُس کے بائیں گال پر لگتا ہے۔ اگر اس سے محض لفظی معنی مراد ہوتے تویہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ اگر کوئی تیرے بائیں گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے ۔ لیکن یہ مثالی بیان ہے۔ مطلب اس سے یہ ہے کہ تشدد کا مقابلہ تشدد سے نہ کرو۔ عدم تشدد سے کرو) اگر کوئی نالش کرکے تیرا کُرتہ لینا چاہے۔ توچوغہ بھی اُسے لینے دے جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اُس کے ساتھ دوکوس چلا جا"۔ عدم تشدد کی تعلیم کا بانی سیدنا مسیح تھا۔ اس تعلیم کو ایک کمزوری کی تعلیم سمجھا جاتا تھا۔ لیکن مسیحی مذہب شروع ہی سے اسی اصول پر ترقی کرتا گیا۔ رُومی حکومت نے تشدد کئے۔ لیکن مسیحیوں نے تشدد کا جواب عدم تشدد سے دیا۔ اوررومی حکومت جس کی بنیاد تشدد پر تھی مٹ گئی۔ لیکن مسیحی جماعت (کلیسیا) جس کی بنیاد عدم تشدد پر تھی پھیلتی چلی گئی ۔ بیان کیاجاتا ہے کہ ایک دفعہ نپولین بونا پارٹ کے ایک جرنیل نے نپولین سے یہ پوچھا کہ کیا سیدنا مسیح ایک ایسا بڑا شخص تھا۔ جیسا کہ آپ بھی ہیں۔ نپولین نے جوابدیا تونے غلط سمجھا۔ میں نے جان لے کر دنیا کو فتح کرنا چاہا لیکن میں مغلوب ہوگیا۔ اورایک ہی صدی میں کوئی شخص نہیں ہوگا۔ جو میرے لئے اپنی جان دینے کو تیار ہو۔ لیکن سیدنا مسیح نے اپنی جان دے کر دنیا کو فتح کیا۔ اس لئے جب ملک دنیا قائم ہے۔ سیدنا مسیح کےلئے جان دینے والے ہمیشہ رہیں گے۔

مہاتما گاندھی نے اسی تعلیم کو اپنایا اور یہ ثابت کر دکھایا۔ کہ حقیقی فتح مندی تشدد میں نہیں ۔بلکہ عدم تشدد میں ہے۔ سیدنا مسیح نے یہ بتایا۔ کہ تیرا کُرتہ اگر کوئی نالش میں لے لے تویہ تو اُس کی زبردستی ہوئی ۔ لیکن تو اُسے اپنا چوغہ لینے دے تاکہ تیری محبت اُس پر ثابت ہو۔ ایک کوس اگربیگار میں لے جائے تو وہ بیگار ہے۔ لیکن تو اپنے تشدد کرنے والے سے محبت ثابت کرنے کےلئے ایک کوس اوراُس کے ساتھ چلا جا۔ رومیوں باب ۱۲آیت ۲۰، ۲۱" بلکہ اگر تیرا دشمن بھوکا ہو تو اُسے کھانا کھلایا۔ اگر پیاسا ہو تواُسے پانی پلا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تواُس کے سر پر آگ کے انگاروں کا ڈھیر لگائے

گا۔ بدی سے مغلوب نہ ہو بلکہ نیکی کے ذریعے سے بدی پر غالب آؤ" ۔ مسیحی طریقہ دشمن کو جیتنے کا یہ نہیں۔ کہ جتنی بدی اُسنے کی اُس سے بڑی بدی اس کے ساتھ کی جائے۔ حقیقی طاقت گناہ میں نہیں نیکی میں ہے۔ اگربدی میں حقیقی طاقت ہوتی تو خدا سب سے کمزورہوتا۔ کیونکہ اُن میں بدی ہے نہیں۔ توبدی کو اگر صحیح طور پر فتح کیا جاسکتا ہے تونیکی کے ذریعہ سے ہی نیکی ہی کے ذریعے انسان کے دل کو جیتا جاسکتا ہے ۔ بدی سے مغلوب نہ ہو بلکہ نیکی کے ذریعہ سے بدی پر غالب آؤ۔ دشمن کو جیتنے کا طریقہ یہ نہیں کہ اُسے دکھی کرو۔ بلکہ یہ بتایا کہ اگر دشمن بھوکا ہو تو کھانا کھلا۔ اگرپیاسا ہو تو پانی پلا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تواپنی محبت سے اس کی دشمنی کو ختم کر سکیگا۔ لہذا اسی لئے کہا گیا ۔ ایسا کرنے سے تواُس کے سر پر آگ کے انگاروں کا ڈھیر لگائے گا۔ آگ ہر مخالف طبیعت کو جلادیتی ہے ۔ اسی طرح دشمنی کی طبیعت کو جلاڈالے گی۔اس دنیا میں تشدد کا مقابلہ تشدد سے کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے انسان نے دوسرے انسان کا مقابلہ ہاتھوں سے کیا۔تب دشمن کے ایک ہتھیار پر فتح پانے کےلئے اُس سے زبردست ہتھیارتیارکئے گئے ۔ اورنتیجہ یہ ہوا۔ کہ آج انسان نے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کےلئے ایسے ہتھیار بنالئے ہیں۔ کہ اگر جنگ چھڑجائے تو انسان انہیں ہتھیاروں سے ناصرف اپنے دشمنوں کو مارے گا۔ بلکہ خود بھی ان ہتھیاروں کا شکارہوجائے گا۔ یہ ہے تشدد سے تشدد کا مقابلہ کرنے کا نتیجہ حقیقی فتح صرف تشدد کا مقابلہ عدم تشدد ہی سے کرنے میں ہوگی۔ دشمنوں کے دلوں کو جیتنے سے ہی دشمنی ختم ہوسکتی ہے۔ تشدد سے دشمن کے دل جیتنے نہیں جاسکتے۔

۵۔ متی ۵باب آیت ۴۳۔ پڑوسی سے محبت دشمن سے عداوت ۔ یہ تعلیم سیدنا مسیح کے آنے سے پہلے موجود تھی۔ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا۔ متی باب ۵آیت ۴۴، ۴۸۔" تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اوراپنے ستانے والوں کےلئے دعا کرو۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو۔ کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اورنیکوں دونوں پر چمکاتا ہے۔ اورراستبازوں اورناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے ۔ کیونکہ اگرتم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارے

لئے کیا اجر ہے؟ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ اگر تم فقط اپنے بھائیوں ہی کو سلام کروتو کیا زیادہ کرتے ہو؟ کیا غیر قوموں کے لوگ بھی ایسا نہیں کرتے۔ پس چاہیے کہ تم کامل ہوجیسا تمہارا آسمانی باپ کامل ہے" ابتدائی تعلیم یہ ہے کہ اپنے ہم طبیعت ہم قوم، ہم مذہب ، ہم ملک سے محبت رکھو۔ لیکن دشمن سے عداوت رکھو، ہم طبیعت انسانوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اگر صرف ہم طبیعت ہی سے محبت رکھی جائے تو سیدنا مسیح نے کہا۔ تمہارے لئے کیا اجر ہے۔ کیا وہ لوگ جو پاپی لوگ ہیں۔ وہ بھی اپنے محبت رکھنے والوں سے محبت نہیں کرتے ۔ کیا چوراپنے ہم طبیعت چوروں سے محبت نہیں رکھتے۔ کیا ڈاکو ڈاکوؤں سے محبت نہیں رکھتے۔ تم کیا زیادہ کرتے ہو۔ دشمنو ں سے محبت رکھنے کا حکم دیاگیا۔ جس کی دلیل یہ دی گئی ۔ کہ تمہارا باپ (خدا) جو آسمان پر ہے۔ وہ اپنے سورج کو بلا امتیاز بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے۔اورمینہ کو راستبازوں اورناراستوں دونوں پر برساتا ہے۔ خدا کا سلوک اس دنیا میں سبھوں سے یکساں ہے۔ اُس کی جسمانی برکتیں بلا

امتیازسبھوں کو ملتی ہیں۔ چاہے کوئی خدا پرست ہوچاہے دہریہ ہو۔ خدا کی طرف سے ہوا۔ پانی، دھوپ ، سبھوں کو ملتی ہے۔ چاہے خدا پرست بیج بوئے چاہے بے خدا بوئے سبھوں میں ایک ہی جیسا پھل پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے حکم دیا گیا۔ کہ تم بھی سبھوں سے بلا امتیاز محبت رکھو۔ تاکہ تم خدا کے ہم طبیعت بنو، اورایسے کامل ہوجاؤ۔ جیسا تمہارا آسمانی باپ کامل ہے۔ جب سورج سبھوں پر بلاامتیاز چمکتا ہے ۔ اور بارش سبھوں پر بلا امتیاز ہوتی ہے۔ تو دوباتوں میں سے ایک بات ثابت ہے۔ یا تو خدا کی یہ طبیعت نہیں کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اس لئے خدا بلا امتیاز خدا پرست اوربے خدا دونو پر سورج چمکاتا اوربارش برساتا ہے اوریایہ ماننا پڑیگا۔ کہ وہ قادر نہیں۔ وہ بدوں پر سورج کو چمکانا نہیں چاہتا۔وہ ناراستوں پر مینہ برسانا نہیں چاہتا۔ لیکن چونکہ وہ قادر نہیں۔ اس لئے وہ بند نہیں کرسکتا۔ وہ دہریے کو سزا دینا چاہتا ہے۔ لیکن دے نہیں سکتا ۔ اگر خدا قادر نہیں۔ تو وہ خدا کہلانے کا مستحق نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ قادر تو ہے۔ لیکن وہ بدی کا مقابلہ بدی سے نہیں

کرتا۔ کیونکہ اُس میں بدی ہے نہیں۔ بلکہ بدی کا مقابلہ نیکی سے کرتا ہے۔ رومیوں باب ۵آیت ۷، ۸۔" مگر کسی راستباز کی خاطر بھی مشکل سے کوئی اپنی جان دے گا۔ مگر شائد کسی نیک آدمی کے لئے کوئی اپنی جان تک دینے کی جرات کرے۔لیکن خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پریوں ظاہر کرتا ہے۔ کہ جب ہم گنہگارہی تھے تو مسیح ہماری خاطر موا"۔ ۱یوحنا باب ۳آیت ۱۵" جو کوئی اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہے وہ خونی ہے اوربھائی سے انجیل مقدس میں مراد یہ ہے ۔ متی باب ۲۳آیت ۸، ۹ " مگر تم ربی نہ کہلاؤ کیونکہ تمہارا استاد ایک ہی ہے اورتم سب بھائی ہو اورزمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے"۔

۶۔ افسیوں ۴: ۲۸" چوری کرنے والا پھر چوری نہ کرے بلکہ اچھا پیشہ اختیار کرکے ہاتھوں سے محنت کرے تاکہ محتاج کو دینے کےلئے اُس کے پاس کچھ ہو"۔تمام مذاہب میں یہ تعلیم پائی جاتی تھی۔ کہ چوری نہ کرو۔ انجیل مقدس میں یہ کہا گیا کہ نہ صرف چوری کرنا گناہ ہےبلکہ یہ کہا۔ کہ اچھا پیشہ اختیارنہ کرکے ہاتھوں سے محنت نہ کرنا یہ بھی گناہ ہے ۔ بلکہ یہاں تک کہ کہہ دیا ہے۔ کہ نہ صرف چوری کرنے والا پھر چوری نہ کرے۔ بلکہ اچھا پیشہ اختیار کرکے ہاتھوں سے محنت کرے اوراپنی نیک کمائی میں سے محتاج کی مدد کرے۔ اگراپنی محنت سے اپنا ہی پیٹ پالتا ہے۔ اورمحتاج کی احتیاج کو رفع نہیں کرتا۔ تویہ بھی حکم عدولی ہے اورگناہ ہے یوحنا باب ۳آیت ۱۷، ۱۸" جس کسی کے پاس دنیا کا مال ہو وہ اپنے بھائی کو محتاج دیکھ کر رحم کرنے میں دریغ کرے تو اُس میں خدا کی محبت کیونکر قائم رہ سکتی ہے۔ اے بچو! ہم کلام اورزبان ہی سے نہیں بلکہ کام اورسچائی کے ذریعہ سے بھی محبت رکھیں ۔ بعض لوگ بالکل خیرات نہیں کرتے بعض دکھاوے کےلئے خیرات کرتے ہیں۔ سیدنا مسیح نے حکم دیا کہ خیرات پوشیدگی میں کرنی چاہیے۔ متی باب ۶آیت ۱، ۴ " خبردار اپنے راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کےلئے نہ کرو۔ نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسمان پرہے تمہارے لئے کچھ اُجر نہیں ہے۔ پس جب تو خیرات کرے تو اپنے آگے نرسنگا نہ بجوا جیسا ریاکار عبادتخانوں اور کوچوں میں کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ اُن کی بڑائی کریں۔ میں تم سے

سچ کہتاہوں کہ وہ اپنا اجر پاچکے۔ بلکہ جب تو خیرات کرے تو وہ جو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا"۔

۷۔ افسیوں باب ۴آیت ۲۵" پس جھوٹ بولنا چھوڑکر ہر ایک شخص اپنے پڑوسی سے سچ بولے کیونکہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے عضو ہیں"۔ بنی آدم اعضائے ایک دیگراند مسیحی مذہب یہ سکھاتا ہے کہ جھوٹ ہر صورت ہر حالت میں گناہ ہے۔ اس لئے ہر شخص کےلئے حکم ہے کہ وہ جھوٹ بولنا چھوڑدے اوراُسے ہر صورت اورہر حلت میں سچ بولنا چاہیے ۔ کلسیوں باب ۳آیت ۹، ۱۰" ایک دوسرے سے جھوٹ نہ بول۔ کیونکہ تم نے پُرانی انسانیت کواُس کے کاموں سمیت اتارڈالا اورنئی انسانیت کوپہن لیا۔ جو معرفت حاصل کرنے کےلئے اپنے خالق کی صورت پر بنتی جاتی ہے" پس جھوٹ بولنا چھوڑکر سچ بولنے کی دووجوہات بیان کی گئیں۔ اول کہ جھوٹ بولنا دھوکا دینا ہے۔ اورچونکہ ہم انسان ایک دوسرے کے اعضا ہیں۔ اوراعضا ایک دوسرے کو دھوکہ نہیں دیتے اس لئے جھوٹ بولنا چھوڑکر ہر شخص اپنے پڑوسی سے سچ بولے۔ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ۔ کہ خالق کی صورت یعنی خالق کی طبیعت پر مسیح کے پیروؤں کی طبیعت بننی چاہیے۔ چونکہ خدا سچا ہے ۔ عبرانیوں باب ۶آت ۱۸' تاکہ دو بے تبدیل چیزوں کے باعث جن کے بارے میں خدا کا جھوٹ بولنا ممکن نہیں ہماری پختہ طورسے دل جمعی ہوجائے جو پناہ لینے کو اس لئے دوڑے ہیں کہ اُس امید کو جوسامنے رکھی ہوئی ہے۔ قبضہ میں لائق"۔ اُس کے پیروؤں کی طبیعت میں ہر حالت اورہر صورت میں سچائی ہونی چاہیے۔

۸۔ دولت : متی باب ۶آیت ۱۹سے ۲۱" اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ جہاں کیڑا اورزنگ خراب کرتا ہے۔ اور جہاں پر چورنقب لگاتے اورچراتے ہیں ۔ بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو۔ جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چورنقاب لگاتے اورچراتے ہیں۔ کیونکہ جہان تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا۔۔۔۔۔۔ متی باب ۶آیت ۲۴" کوئی آدمی دومالکوں کی خدمت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یا توایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے سے محبت یاایک سے

ملا رہے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تم خدا اور دولت دونو کی خدمت نہیں کرسکتے" اگر زندگی کا مقصد یہ سمجھ لیا جائے کہ دولت جمع کرنا ہی ہے۔ تو یہ گناہ ہے۔ دوسرے لوگوں کی ضروریات کو نہ محسوس کرتے ہوئے دولت جمع کرتے جانا گناہ ہے۔ بلکہ یہ حکم دیا گیا۔ اپنا مال آسمان پر جمع کرو۔ جس کا مطلب یہ ہے " ۱تیمتھیس باب ۶آیت ۱۸" اورنیکی کر۔ اوراچھے کاموں میں دولتمند بنیں۔ اورسخاوت پر تیاراورامداد پر مستعدِ ہوں" یعنی محتاج لوگوں کی احتیاجیں کو اپنی دولت کے ذریعہ سے پورا کرنا آسمان پر خزانہ جمع کرنا ہے۔ ۱یوحنا باب ۳آیت ۱۷" جس کسی کے پاس دنیا کا مال ہو اوروہ اپنے بھائی کو محتاج دیکھ کر رحم کرنے میں دریغ کرے تو اس میں خدمت کی محبت کیونکر قائم رہ سکتی ہے" سو حقیقی دولت مند ہونا اچھے کاموں میں دولت مند ہونا ہے۔ جو سخاوت اور امداد کرنے والے ہیں۔ حقیقی دولت ایسے لوگوں کے پاس ہے۔ جن کی دولت کو نہ کیڑا لگتا نہ زنگ خراب کرتا نہ چور نہ نقب لگاتے اورچراتے ہیں۔ عام خیال یہ پایا جاتا ہے کہ دولت کی ناجائز تقسیم سارے دکھوں کا سبب

ہے۔ لیکن اصل سبب انسان کی بگڑی ہوئی طبیعت ہے جس کی وجہ سے محبت ہوتی ہے ۔۱تیمتھیس باب ۶آیت ۱" زرکی دوستی ہر طرح کی برائی کی جڑ ہے" اس عداوت اورنفرت میں امیر اور غریب بلاامتیاز گرفتار ہیں۔ دولت اگر خادم ہو۔ تو بہت اچھی ہے۔ جس سے دوسرے انسانوں کی اور اپنی خدمت ہوسکے۔ خادم تب ہی ہوگی اگر دولت کی بجائے انسانوں سے محبت اوردولت اُن کی خدمت کےلئے استعمال کی جائے تب دولت خادم ہوگی۔ اورانسانوں کی خدمت کو خدا کی خدمت کہا گیا ہے۔ متی باب ۲۵آیت ۴۰" چونکہ تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ سلوک کیا ۔ اس لئے میرے ہی ساتھ کیا" بگاڑ کی وجہ یہ ہے کہ انسان بجائے انسان سے محبت کرنے کے دولت سے محبت کرنے لگ گیا۔ اوروہی سارے بگاڑ کی جڑ ہے۔ محتاجوں کی احتیاج پر غورکئے بغیر دولت کے انبار لگائے چلے جانا یہ گناہ ہے۔ اسی لئے دولتمند سے سیدنا مسیح نے کہا" متی باب ۱۹آیت ۲۱" اگرتوکامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال اسباب بیچ کر غریبوں کو دے تجھے آسمان پر خزانہ

ملے گا۔ اورآکر میرے پیچھے ہولے" جس نظام میں دولت مند انسان بغیر غریبوں کی ضروریات پر غور کئے روپیہ جمع کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ غریبوں کا خون پینا ہے۔ اوریہی اُن کا خون بہانا ہے۔ یہ بگڑا ہوا نظام ہے۔ بگڑا ہوا نظام اس لئے ہے۔ کہ یہ گبڑے ہوئے انسان کا بنایا ہوا نظام ہے۔ اس کے برخلاف اگر غریبوں کا زور چلے اوروہ دولت مندوں کی دولت کو لوٹ لیں۔ تویہ بھی گناہ ہے۔ جس نظام میں بھی ایسا انقلاب آیا۔ وہاں انسانوں کے خون کی ندیاں بہیں۔ اوریہ بھی گناہ ہے۔اس میں بھی محبت انسان سے نہیں۔ بلکہ دولت سے ہے۔ دولت مند اس غلط فہمی میں گرفتار ہوگئے ۔ کہ دولت کو بغیر غریبوں کی ضروریات کا خیال کرتے ہوئے جمع کرتے جانا کوئی گناہ نہیں۔ اس کے برخلاف غریب اس غلط فہمی میں گرفتار ہوگئے ۔ کہ دولت مند کی دولت کو زبردستی چھین لینا کوئی گناہ نہیں۔ یہ دونوتعلیمیں غلط ہیں۔ دونوں کی بنیاد انسان سے نفرت اوردولت سے محبت ہے اوردولت کے لالچ میں آکر امیر غریب کا خون پیتا ہے۔ اورغریب دولت کے لالچ میں امیر کا خون کرتا ہے۔ سیدنا مسیح نے کہا ۔ متی باب ۱۹

آیت ۲۳" اوریسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا" میں تم سے سچ کہتاہوں ۔ دولت مند کا خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے" اب سوال پیداہوتاہے کہ انسان کے پا س کتنی دولت ہو تواُسے دولت مند کہا جائے گا۔ اوربقول سیدنا مسیح وہ خدا کی بادشاہی میں داخل نہ ہوگا۔ ۱تیمتھیس باب ۶آیت ۱۰" زرکی دوستی ہر طرح کی برائی کی جڑ ہے" تو دولت مندر ہونے کا تعلق ایک مقداری شے سے نہیں ہے۔ انجیل مقدس میں یہ کہیں نہیں بتایا گیا۔ کہ کس کے پاس کتنی دولت ہونی چاہیے۔ جس سے اُس پر یہ فتویٰ لگایا جاسکے۔ کہ یہ خدا کی بادشاہی میں داخل نہیں ہوسکتا۔ جو دولت مندت انجیل مقدس میں بیان کیا گیا ہے ۔ اُس کے دولت مندہونے کا تعلق دولت کی مقدار سے نہیں۔ بلکہ طبیعت سے ہے۔ زرکی دوستی برائی کی جڑ ہے۔ دولت کے متعلق دوطرح کے فلسفے ہیں۔ دولت بُری ہے لحاظہ اُسے ہاتھ لگانا بھی گناہ ہے۔ ایک دفعہ ایک نوجوان سادھو مجھے ریل گاڑی میں اتفاق سے مل گیا۔ میں انجیل مقدس پڑھ رہا تھا۔ اُس نے دریافت کیا۔ یہ کیا کتاب ہے۔ دورانِ گفتگو میں نے اُسے کہا کہ دولت بے حد

بُری ہے یہاں تک کہ اُسے ہاتھ لگانا بھی پاپ ہے۔ لہذا میں کبھی اس کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ میں نے کہا۔ کیا آپ نے ٹکٹ خریدا ہے۔ کہا نہیں۔ میں نے کہا بغیر ٹکٹ سفر کرنا قانون شکنی ہے۔ اُس نے اپنے چند ایک نوجوان چیلوں کی طرف اشارہ کرکے یہ کہا۔ اُنہوں نے میرے لئے ٹکٹ خریدا ہے۔ میں نے کہا اگر دولت کو ہاتھ لگانا بھی گناہ ہے توآپ تو گناہ سے بچ گئے ہیں۔ لیکن آپ کے فائدہ کےلئے چیلے گناہ میں گرفتار ہیں ۔ میں نے کہا دولت بُری نہیں ہے ۔ اگر دولت آدمی کی مالك بن جائے تو بُری ہے۔ اگر خادم بنی رہے تو باعثِ برکت ہے۔ اس نے کہا یہ نئی تعلیم ہے۔ اورانجیل مقدس پڑھنے کا وعدہ کرکے مجھ سے وہ سادھو جی انجیل مقدس لے گئے۔ دوسرا فلسفہ جو اس کے خلاف ہے۔ یہ بتایا ہے۔کہ چونکہ سب کام دنیا میں دولت سے چلتے ہیں۔ اس لئے دولت کی ہمیں بے حد قدرنی چاہیے۔ لہذا ایسے لوگوں نے دولت کو لکشمی کا درجہ دے دیا اوراُس کی پوجا کرنے لگے۔ مسیحیت دولت کو نہ اچھی کہتی ہے نہ بُرا۔ دولت بذات خود ہی نہ اچھی ہے نہ بُی ۔ کیونکہ بے جان ہے۔ اچھے اوربرُے کا تعلق جاندار اشیاء سے ہوتا ہے اگر شے کا صحیح استعمال ہو۔ تواچھی ہے اگر غلط استعمال ہو توبُری ہے ۔ یہاں تک کہ زہر بھی اگر اسکا صحیح استعمال ہوتو اچھی ہے۔ لیکن غلط استعمال باعثِ ہلاکت ہے۔ دولت کا استعمال ہی اُسے اچھایا بُرا بنادیتا ہے۔ اگر دولت خادم کی طرح استعمال کی جاتی ہے تو اُس شخص کےلئے ۔ خاندان کےلئے اور ملك کےلئے باعثِ لعنت بن جاتی ہے۔ دولت نہ بُری ہے نہ لکشمی ہے۔ اگر محبت انسانوں کے ساتھ اوردولت اُن کی خدمت کےلئے استعمال ہوتی ہے تو باعثِ برکت ہے۔ اگر محبت ودولت کے ساتھ ہو تو باعثِ لعنت ہے۔

۹۔ عبادت : متی باب ۵آیت ۲۳۔ ۲۴" پس اگر تو قربان گاہ پر اپنی نذر گذارتا ہو۔ اوروہاں تجھے یاد آئے کہ میرے بھائی کو مجھ سے کچھ شکایت ہے۔ تو وہیں قربان گاہ کے آگے اپنی نذر چھوڑدے اورجاکر پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کر۔ تب آکر نذر گذران "۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ جب تو عبادت کرنے کےلئے خدا کے گھر میں جائے تو اگر تجھے وہاں یاد آئے کہ میرے بھائی کو مجھ سے کچھ شکایت ہے تو وہیں عبادت کو

چھوڑ دے اورجاکر اپنے بھائی سے ملاپ کر۔ تب آکر عبادت کر۔
جب تک تیرا بھائی سے ملاپ نہیں ہوتا خدا سے ملاپ نہیں
ہوسکتا۔ انجیل مقدس میں لکھا ہے ۔ تم اپنی طرف سے سب
آدمیوں کے ساتھ میل ملاپ رکھو۔ ہم لوگوں کو مجبور نہیں
کرسکتے کہ وہ ہمارے ساتھ میل ملاپ رکھیں۔ لیکن ہم اپنی
طرف سے یہ کرسکتے ہیں۔ کہ کسی کےلئے ہم اپنے دل میں
نفرت نہ رکھیں۔ عبادت کرنے کےلئے پہلی بات یہ بتائی گئی
ہے ۔ کہ حقیقی عبادت کرنے کےلئے میل ملاپ رکھنا ضروری
ہے۔ مسیحی عبادت کا تعلق نہ تو جگہ کے ساتھ ہے۔ کہ
ایک خاص جگہ پر عبادت کرنے سے عبادت ہوتی ہے اور
دوسری جگہ عبادت کرنے سے قبول نہیں ہوتی ۔ خدا ہر
جگہ حاضر ہے۔ پس ہر جگہ اُس کی عبادت کی جاسکتی ہے۔
پس مسیحی عبادت کسی خاص جگہ سے تعلق نہیں رکھتی۔
مسیحی عبادت کا کسی خاص زبان سے بھی تعلق نہیں کہ
مقبول عبادت وہی ہو۔ جو خاص بولی میں کی جائے۔ خدا
ساری بولیوں کو جانتا ہے۔ وہ ہر بولی کو سمجھ سکتا ہے۔
اس کی اپنی کوئی خاص بولی نہیں۔ جس بولی میں بھی ہم
عبادت کریں۔ اُسی بولی میں وہ مقبول ہوسکتی ہے۔ اسلئے
مسیحی مذہب ہی ایسا مذہب ہے جس میں ہر بولی میں نا
صرف عبادت کرنا جائز ہے۔ بلکہ دنیا کی ہر بولی میں عبادت
کی جاتی ہے۔ مسیحی عبادت کا تعلق ظاہرا رسومات سے بھی
نہیں۔ کہ کن رسومات کے مطابق عبادت کی جائے تو قبول
ہوتی ہے ۔ اور اگر اُن رسومات کو نہ مانا جائے تو نامقبول
ہوتی ہے۔ رسومات زمانے اورملک کے حالات کے مطابق
بدلتی رہتی ہیں۔ خدا ظاہری چیزوں کو دیکھ کر دھوکا نہیں
کھاسکتا۔ وہ تو عابد (عبادت کرنے والا) کے دل
کودیکھتا ہے۔ تو مقبول عبادت کےلئے جب سیدنا مسیح
سے یہ سوال کیا گیا۔ یوحنا باب ۴آیت ۱۹، ۲۰۔ عورت نے اُس
سے کہا ۔ اے خداوند مجھے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ تونبی ہے۔
ہمارے باپ دادا (سماری) نے اس پہاڑ پر پرستش کی اورتم
(یہودی کہتے ہو ۔ کہ وہ جگہ جہاں پرستش کرنا چاہیے
یروشلیم میں ہے۔ یہاں سامری عورت مقبول عبادت کا
تعلق جگہ سے بتاتی ہے۔ سماری سمجھتے ہیں کہ خدا اُس
عبادت کو قبول کرتا ہے ۔ جو کوہِ گرزیم پر کی جاتی ہے۔ لیکن

یہودی یہ سمجھتے تھے کہ خدا اُس عبادت کو قبول کرتا ہے ۔ جو یروشلیم میں کی جاتی ہے۔ لیکن یوحنا باب ۴ آیت ۲۱، ۲۴" یسوع نے اُس سے کہا" اے عورت! تیری اس بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے کہ تم نہ تو اس پہاڑ پر باپ کی پرستش کرو گے اور نہ یروشلیم میں تم جسے نہیں جانتے اُس کی پرستش کرتے ہو۔ اور ہم جسے جانتے ہیں ۔ اُس کی پرستش کرتے ہیں۔ کیونکہ نجات یہودیوں میں سے ہے۔ مگر وہ وقت آتا ہے بلکہ اب ہی ہے۔ کہ سچے پرستار باپ کی پرستش روح اور سچائی سے کریں گے ۔کیونکہ باپ اپنے لئے ایسے ہی پرستار ڈھونڈتا ہے۔ خدا روح ہے ۔ اور ضرور ہے کہ اس کے پرستار روح اور سچائی سے اُس کی پرستش کریں۔ یہاں سیدنا مسیح نے صاف طور پر بتایا کہ مقبول عبادت کا تعلق عبادت کرنے والوں کی روح کے ساتھ ہے۔ اور خدا باپ کو ایسے ہی پرستار پسند ہیں۔ جو روح اور سچائی سے اُس کی پرستش کریں۔ اگر روح اور سچائی کے ساتھ اور انسانوں سے میل ملاپ کرکے پرستش کی جائے خواہ کسی ملک میں ہو۔ کسی جگہ ہو۔ کسی بولی میں ہو۔ وہ اس لئے مقبول ہوگی۔ کیونکہ خدا ہر جگہ ہے ۔ سب بولیاں سمجھتا ہے۔ ظاہراریت ورسومات سے خوش نہیں ہوگا۔ بلکہ روح اور راستی سے پرستش کرنے والوں کی پرستش کو قبول کرے گا۔

۱۰۔ خدا کا گھر: اعمال باب ۱۷آیت ۲۴تا ۲۶: جس پروردگار نے دنیا اوراس کی سب چیزوں کو پیدا وہ آسمان اور زمین کا مالک ہوکر ہاتھ کے بنائے ہوئے مندروں میں نہیں رہتا۔ نہ کسی چیز کا محتاج ہوکر آدمیوں کے ہاتھوں سے خدمت لیتا ہے کیونکہ وہ تو خود سب کو زندگی اور سانس اور سب کچھ عطا کرتا ہے ۔ اوراس نے ایک ہی اصل سے آدمیوں کی ہر ایک قوم تمام روء زمین پر رہنے کے لئے پیدا کی اوران کی میعادیں اورسکونت کی حدیں مقررکیں"۔ توبتایا گیاکہ خدا جو آسمان اورزمین کا مالک ہے۔ ہاتھ کے بنائے ہوئے مکانوں میں نہیں رہتا۔ جن مکانوں کو ہم خدا کے مکان کہتے ہیں۔ مثلاً گرجا گھر، جو خدا کا گھر کہلاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ۔ کہ خدا صرف اُسی گھر میں ہے اورکسی جگہ نہیں۔ وہ تو ہر جگہ ہے۔ پھر ایک خاص جگہ کو خدا کا گھر کیوں کہا جاتا ہے۔ اس امتیاز کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہونی چاہیے۔

وجہ صرف یہ ہے کہ گرجا گھر کو ہم اس لئے خدا کا گھر کہتے ہیں ۔ کیونکہ یہاں خدا کی پرستش کی جاتی۔ دراصل یہ گھر بھی انسانی گھروں کی طرح سے انسانوں ہی کا بنایا ہوا ہے۔ اورانسانوں ہی کےلئے بنایا گیا ہے۔ محض پرستش کےلئے مخصوص کرنے کی وجہ سے ہم اُسے خداکا گھر کہتے ہیں۔ ورنہ یہ سب انسان کے بنائے ہوئے انسانی گھرہیں۔ اعمال باب ۷آیت آیت ۴۷، ۴۹ ۔ "لیکن باری تعالیٰ ہاتھ کے بنائے ہوئے گھروں میں نہیں رہتا۔ چنانچہ نبی کہتاہے ۔ کہ خداوند فرماتاہے کہ آسمان میرا تخت اورزمین میرے پاؤں تلے کی چوکی ہے۔ تم میرے لئے کیسا گھر بناؤ گے یا میری آرام گاہ کون سی ہے" انجیل مقدس میں انسان کو خدا کا گھر کہا گیا ہے۔ خدا اینٹوں اورلکڑی کے مکانوں میں نہیں رہتا۔ بلکہ انسانوں میں رہتاہے۔ ۲کرنتھیوں باب ۶آیت ۱۶" کیونکہ ہم خداکا مقدس (گھر) ہیں۔ چنانچہ خدا نے فرمایا ہے۔ کہ میں اُن میں بسوں گا۔ اوراُن میں چلوں پھرونگا اورمیں اُن کا خدا ہونگا۔اوروہ میری اُمت ہونگے"۔ خدا اینٹوں او رپتھروں کے مکانوں میں نہیں۔ بلکہ انسانوں میں رہتا اوراُن میں چلتا پھرتا ہے ۔ عبرانیوں باب ۳آیت ۶" لیکن مسیح بیٹے کی طرح اُس کے گھرکا مختارہے اوراس کا گھرہم ہیں"۔ مسیحیت نے گرجا گھروں ، مسجدوں ،مندروں ، گوردواروں کو بڑا درجہ نہیں دیا۔ بلکہ انسان کو بہت بڑا درجہ دیا ہے۔ پھر انجیل مقدس میں لکھاہے ۔ اُس میں ہر ایک عمارت مل ملا کر خداوند میں ایک پاک مقدس بنتا جاتاہے۔اورتم بھی اُس میں باہم تعمیرکئے جاتے ہو۔ تاکہ روح میں خداکا مسکن ہو۔ پہلے ایک ایک انسانی زندگی کو خدا اپنا گھر بناتاہے۔ یعنی خدا کے لوگوں کی رندگیاں اینٹوں کی مانند ہیں۔ تب ان ہی زندگیوں سے اپنا گھر بناتاہے۔ جس طرح اینٹوں سے گھر بنایا جاتاہے۔ ۱پطرس باب ۲آیت ۵" تم بھی زندہ پتھروں کی طرح روحانی گھر بنتے جاتے ہو" تو زندہ پتھر سے مراد انسانی زندگی اورانسان ہی خداکا روحانی گھر ہے۔ توکیا یہ بے وقوفی کا فعل نہ ہوگا۔ اگرانسان اپنے بنائے ہوئے گھریعنی گرجا گھر، مندر، مسجد ، گوردارہ کی حفاظت کےلئے انسان جو خداکا گھرہے اُس کی بے عزتی کرے۔ اوراُس کا نقصان کرے۔ اوربہت افسوس سے کہنا پڑتاہے۔ بعض اوقات انسان غلط مذہبی جوش میں آکر

اپنے ہاتھوں کے بنائے گھروں یعنی مسجدوں مندروں، گورداروں اورگرجاگھروں کی حفاظت کےلئے خدا کے حقیقی گھر انسان کو قتل وغارت کردیتا ہے۔ اگر خدا کے گھروں کی قدر کرنی ہے توانسانوں کی قدرکرنی چاہیے۔ اگرخدا کے گھر کو صاف کرنا ہے تو انسان کو بھلائی کا خیال کرے۔ اگر خدا کے گھر کی خدمت کرنی ہے۔ تو انسانوں کی خدمت کرے۔ اگر خدا کے گھر کےلئے غیرت ہے۔ توانسان کے لئے غیرت ہونی چاہیے۔ اگرخدا کے گھر سے محبت کرنی ہے تو انسانوں سے محبت کرنی چاہیے ۔کیونکہ انسان ہی حقیقت میں خدا کا گھر ہے۔

۱۱۔ خدا پر بھروسه رکھنے کے بارے میں بتایا۔متی باب ٦آیت ۲۵ سے ۳۲" اس لئے میں تم سے کہتا ہوں اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے ؟ اورنہ اپنے بدن کی کیا پہنیں گے ؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو نہ بوتے ہیں نہ کاتتے ۔ نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا پروردگار ان کو کھلاتا ہے ۔کیا تم ان سے زیادہ قدرنہیں رکھتے ؟ تم میں ایسا کون ہے جو فکرکرکے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے ؟ اور پوشاک کے لئے کیوں فکرکرتے ہو؟ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں۔ وہ نہ محنت کرتے نہ کاتتے ہیں۔ توبھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمان بھی باوجود اپنی ساری شان وشوکت کے ان میں سے کسی کی مانند ملبُس نہ تھا۔پس جب پروردگارمیدان کی گھاس کو جوآج ہے کل تنورمیں جھونکی جائے گی ایسی پوشاک پہناتا ہے تو اے کم اعتقاد وتم کوکیوں نہ پہنائے گا؟ اسلئے فکرمند ہوکریہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پیئں گے یاکیا پہنے گئے ؟ کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں مشرکین رہتے ہیں اور تمہارا پروردگارجانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو۔

سیدنا مسیح ایک بہت بڑے فلاسفربھی تھے۔ انہوں نے معمولی معمولی مثالوں سے بڑی بڑی معرفت کی حقیقتیں بیان کیں۔ برہمو سماج کا لیڈر کیشپ چندرسین کہتا ہے ۔ کہ معرفت کے انمول موتی جو برسوں مطالعہ کرنے سے نہیں ملتے وہ سیدنا مسیح کے قدموں میں چند لمحے بیٹھنے سے مل جاتے ہیں۔ فطرت کی مثالیں دے کر یہ بات واضح کردی کہ تمہارا آسمانی باپ ہے۔ وہ درختوں اور

پرندوں کا فکر کرتا ہے اور چونکہ تمہاری قدر تو اُن سے زیادہ ہے۔ لہذا تمہاری اُسے بہت فکر ہے۔ جس نے تمہیں بدن دیا ہے وہ ضرور بدن کو ڈھانپنے کےلئے پوشاک دے گا۔ جس نے تمہیں جان دی ہے۔ وہ جان کے قیام کےلئے ضرور خوراک بھی دے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے ۔ کہ اس بات پر ایمان رکھا جائے کہ خدا ہے وہ قادر ہے۔ وہ تمہاری ضروریات کو جانتا ہے۔ اوراس لئے خدا پر بھروسہ کرنے والوں کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اُس نے یہ بھی کہا۔ اپنی فکر مجھ پر ڈال دو۔ کیونکہ مجھے تمہارا خیال ہے۔ ۱پطرس ۵: ۷، متی باب ۶آیت ۳۲" ان چیزوں کی تلاش میں غیر قوموں رہتی ہیں اور تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان چیزوں کے محتاج ہو" خدا پر بھروسہ رکھنے والوں کو بتایا گیا۔ کہ خدا تمہارا باپ ہے وہ چونکہ آسمانی باپ ہے ۔ لہذا نا صرف باپ ہونے کے لحاظ سے پرُمحبت ہے۔ بلکہ آسمانی ہونے کے لحاظ سے قادر ہے اور وہ تمہاری سب ضرورتوں کو جانتا ہے۔ پس فکر مند ہوکر یہ نہ کہو کہ ہم کیا پئینگے یا کھائیں گے یا کیا پہنیں گے؟ خدا پر بھروسہ رکھنے والا انسان کس قدر خوش قسمت ہے۔

۱تیمتھیس باب ۶آیت ۱۷" دولت پر نہیں۔ بلکہ خدا پر بھروسہ رکھیں جو سب چیزیں افراط سے دیتا ہے" فلپیوں باب ۴آیت ۹ میرا خدا اپنی دولت کے موافق سیدنا مسیح میں تمہاری ہر ایک احتیاج رفع کرے گا۔

۱۲۔ ایک دوسرے کے قصور معاف کرو۔ متی باب ۱۸: آیت ۲۱ سے ۳۵ " اس وقت حضرت پطرس نے پاس آکر آپ سے کہا اے مولا اگر میرا بھائی میرا گناہ کرتا رہا ہے تو میں کتنی دفعہ اسے معاف کروں؟ کیا سات بارتک ؟ سیدنا عیسیٰ المسیح نے ان سے فرمایا میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ سات بار بلکہ سات دفعہ کے ستر بارتک ۔ پس " آسمان کی بادشاہی " اس بادشاہ کی مانند ہے جس نے اپنے نوکروں سے حساب لینا چاہا ۔ اور جب حساب لینے لگا تو اس کے سامنے ایک قرض دار حاضر کیا گیا جس پر اس کے دس ہزار توڑے آتے تھے۔ مگر چونکہ اس کے پاس ادا کرنے کو کچھ نہ تھا اس لئے اس کے مالک نے حکم دیا کہ یہ اور اس کی بیوی بچے اور جو کچھ اس کا ہے سب بیچا جائے اور قرض وصول کرلیا جائے ۔ پس نوکر نے گر کر اسے سجدہ کیا اور کہا اے مالک مجھے مہلت دیجئے ،

میں آپ کا سارا قرض ادا کردوں گا ۔ اس نوکر کے مالک نے ترس کھاکر اسے چھوڑدیا اوراس کا قرض بخش دیا۔ جب وہ نوکر باہر نکلا تو اس کے ہم خدمتوں میں سے ایک اس کوملا جس پر اس کے سو دینارآتے تھے۔ اس نے اس کوپکڑکر اس کا گلا گھونٹا اورکہا جو میرا آتا ہے ادا کردو۔ پس اس کے ہم خدمت نے اس کے سامنے گرکر اس کی منت کی اور کہا مجھے مہلت دیں ، میں آپ کو ادا کردوں گا ۔ اس نے نہ مانا بلکہ جاکر اسے قید خانہ میں ڈال دیا کہ جب تک قرض ادا نہ کردے قید رہے ۔ پس اس کے ہم خدمت یہ حال دیکھ کر بہت غمگین ہوئے اورآکر اپنے مالک کو سب کچھ جو ہوا تھا سنا دیا۔ اس پر اس کے مالک نے اس کو پاس بلا کر اس سے کہا اے شریر نوکر! میں نے وہ سارا قرض تمہیں اس لئے بخش دیاکہ تم نے میری منت کی تھی ۔ کیا تمہیں لازم نہ تھاکہ جیسا میں نے تم پر رحم کیا تم بھی اپنے ہم خدمت پر رحم کرتے ؟ اوراس کے مالک نے خفا ہوکر اس کو جلادوں کے حوالہ کیاکہ جب تک تمام قرض ادا نہ کردے قیدرہے ۔ میرا پروردگار بھی تمہارے ساتھ اسی طرح کرے گا اگر تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کودل سے معاف نہ کرے"۔ بائبل میں خدا کے بارے میں لکھا ہے تجھ سا خدا کون ہے جو بدکاری کومعاف کرے۔ آسمانی باپ گنہگاروں کےگناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اسی لئے وہ یہ چاہتا ہے۔ کہ جب وہ ہمارے بیشمار گناہوں اور قصوروں کو معاف کردیتا ہے تو ہمیں چاہیے کہ جس نے ہمارے برخلاف کوئی قصوریا گناہ کیا ہے ہم انہیں معاف کردیں۔ ایک نمونہ کی دعا سیدنا مسیح نے اپنے شاگردوں کو سکھائی جس میں یہ سکھایا۔ متی باب ۶آیت ۱۲: جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو معاف کرتے ہیں۔ توبھی ہمارے قرض معاف کر"۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم خدا کو نمونہ دیتے ہیں ۔بلکہ یہ ہے کہ ہم اپنی روزانہ دعا میں یہ یاد رکھتے ہیں ۔ کہ ہمارا آسمانی باپ ہمارے قرض بھی معاف کرے گا۔ جب ہم اپنے قرضداروں کو معاف کریں۔ سیدنا مسیح نے اپنے شاگردوں کو معافی کے بارے میں دوحکم دئیے ایک یہ کہ اگر تیرے بھائی کو تجھ سے شکایت ہے یعنی تو نے اس کے دل کو رنجیدہ کیا ہو توتو اُس کے پاس جاکر اُس سے ملاپ کر اوردوسرا یہ کہ اگر اُس نے تیرا قصورکیا ہو توتو اُسے

معاف کر کیونکہ متی باب ۶ آیت ۱۴ تا ۱۵ میں ہے کہ " اس لئے کہ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کروگے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کرے گا۔ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کروگے تو تمہارا باپ بھی تمہارے قصور معاف نہ کرے گا۔ افسیوں ۴ باب آیت ۳۲" ایک دوسرے پر مہربان ہو اور نرم مزاج ہو اور جس طرح خدا نے مسیح میں تمہارے قصور معاف کئے ہیں تم بھی ایک دوسرے کے قصور معاف کرو" کہ میں نے قصور کیا ہے وہ معافی مانگے۔ جس کا قصور کیا ہے وہ معافی دے تو اسی طرح سے صحیح میل ملاپ قائم ہوسکتا ہے۔ اورہ رطرح کے جھگڑے ختم ہوسکتے ہیں اور دنیا میں امن چین قائم ہوسکتا ہے۔

۱۲۔ والدین اور بچوں کے فرائض: افسیوں باب ۶ آیت ۱ تا ۴: اے فرزندو! پروردگار میں اپنے ماں باپ کے فرمانبردار رہو کیونکہ یہ واجب ہے۔ اپنے باپ کی اور ماں کی عزت کرو (یہ پہلا حکم ہے جس کے ساتھ وعدہ بھی ہے)۔ تاکہ تمہارا بھلا ہو اور تمہاری عمر زمین پر دراز ہو۔ اور اے اولاد والو! تم اپنے فرزندوں کو غصہ نہ دلاؤ بلکہ پروردگار کی طرف سے تربیت اور نصیحت دے دے کر ان کی پرورش کرو۔" کلسیوں باب ۳ آیت ۲۰ تا ۲۱" اے فرزندو! ہر بات میں اپنے ماں باپ کے فرمانبردار رہو۔ کیونکہ یہ خداوند کو پسندیدہ ہے۔ اے اولاد والو اپنے فرزندوں کو دق نہ کرو تاکہ وہ بیدل نہ ہوجائیں"۔ ایک وقت وہ تھاکہ والدین خاندان کے ڈکٹیٹر ہوتے تھے۔ اور بچوں پر ہر طرح کی سختی روا رکھی جاتی تھی اسی کو صحیح تربیت کا نام دیا جاتا تھالیکن اب دوسری طرف یہ حالت ہوتی جاتی ہے کہ بچے نہ صرف آزاد بلکہ باغی ہونے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں اور اسے آزادی کا نام دیا جاتا ہے۔ مسیحی تعلیم دونوں کی ذمہ داری بتاتی ہے۔ فرزندوں کا فرض یہ ہے کہ ماں باپ کے تابعدار رہیں۔ اُن کی عزت کریں۔ ماں باپ کا فرض یہ ہے کہ بچوں کو تنگ نہ کریں ۔ انہیں غصہ نہ دلائیں بلکہ تربیت اور نصیحت کے ساتھ اُن کی پرورش کریں۔

۱۴۔ شوہر اور بیوی کی ذمہ داریاں ۔ کلسیوں باب ۳: آیت ۱۸ تا ۱۹" اے بیویو! جیسا خداوند میں مناسب ہے اپنے شوہروں کے تابع رہو۔ اے شوہرو! اپنی بیویوں سے محبت رکھو اور اُن سے تلخ مزاجی نہ کرو" افسیوں باب ۵ آیت ۲۸ تا

۳۳" اسی طرح شوہروں کو لازم ہے کہ اپنی بیویوں سے اپنے بدن کی مانند محبت رکھیں۔ جو اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے اوراپنے آپ سے محبت کرتا ہے ۔ کیونکہ کہ کبھی کسی نے اپنے جسم سے دشمنی نہیں کی بلکہ اس کو پالتا اورپرورش کرتا ہے جیسے کہ سیدنا مسیح جماعت کو۔ اس لئے کہ ہم ان کے بدن کے عضو ہیں۔ اسی سبب سے آدمی باپ سے اورماں سے جدا ہوکر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اوروہ دونوں ایک جسم ہوں گے ۔ یہ بھید تو بڑا ہے لیکن میں سیدنا مسیح اورجماعت کی بابت کہتا ہوں ۔ بہر حال تم میں سے بھی ہر ایک اپنی بیوی سے اپنی مانند محبت کرے اوربیوی اس بات کا خیال رکھے کہ اپنے شوہر سے ڈرتی رہے " ۔ ڈرتی کس بات سے رہے؟ اس بات سے نہیں کہ شوہر تشدد کرے گا۔ کیونکہ شو ہر کو حکم ہے کہ اپنی بیوی سے ایسی محبت رکھے جیسے اپنے بدن سے۔ یہ ڈرنا ہے۔ کہ کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے شوہر کے اُس دل کو رنج پہنچے۔ جو دل اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے ۔ شوہر کو یہ حکم دیاکہ بیوی سے اپنے بدن کی مانند محبت رکھے" بیوی کا درجہ بلند کردیا۔ بیوی کو پہلے ادنیٰ سمجھا جاتا تھا۔ اب برابر کا درجہ دے دیا۔ ۱پطرس باب ۳آیت ۱، ۶، ۷" اے بیویو تم بھی اپنے اپنے شوہر کے تابع رہو۔۔۔ چنانچہ سارہ ابرہام کے حکم میں رہتی اوراسے خداوند کہتی تھی اورکسی کے ڈرانے سے نہ ڈروتو اُس کی بیٹیاں ہوئیں۔ اے شوہرو! تم بھی بیویوں کے ساتھ عقل مندی سے بسر کرو اورعورت کو نازک ظرف جان کر اُس کی عزت کرو۔ اوریوں سمجھو کہ ہم دونوں زندگی کی نعمت کے وارث ہیں ۔ تاکہ تمہاری دعائیں رک نہ جائیں" اگر شوہر اوربیوی کے صحیح تعلقات نہ رہیں۔ تو خدا کے ساتھ بھی اُن کے تعلقات صحیح نہیں رہتے اوراُن کی دعائیں رک جاتی ہیں۔ یعنی اُن کی دعائیں خدا کوقبول نہیں ہوتیں۔ کہ شوہر اوربیوی میں سے اگر کوئی بھی زنا کرے تو مسیحی شادی ٹوٹ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ پاکیزہ عہد جو دونو کے درمیان ہوتا ہے وہ ٹوٹ گیا۔ مسیحی مذہب میں شوہر اوربیوی دونو کو برابر کے حقوق ہیں۔ افسیوں ۵باب کی آیت ۲۲" اے بیویو! اپنے شوہرو کے تابع رہو" اوراس کی آیت ۲۵ میں ہے کہ" اے شوہرو اپنی بیویوں سے محبت رکھو" اوراس کی آیت ۲۸ میں ہے " شوہروکو لازم ہے کہ اپنی بیویوں سے اپنے بدن کی مانند

محبت رکھیں۔ جو اپنی بیوی سے محبت رکھتا ہے وہ اپنے آپ سے محبت رکھتا ہے۔ شوہر اوربیوی کے ایسے نزدیکی تعلقات بیان کئیء جیسے کہ ایک روح دو قالب " افسیوں باب ۵آیت ۳۳" ہر حال تم میں سے بھی ہر ایک اپنی بیوی سے اپنی مانند محبت رکھے۔ اوربیوی اس بات کا خیال رکھے کہ اپنے شوہر سے ڈرتی رہے۔ جہاں مشرقی ممالک میں عورت کو صدیوں تک غلام سمجھا گیا۔ وہاں دوسری طرف مغربی ممالک نے عورت کو آدمی سے بھی ممتاز سمجھنا شروع کردیا۔ لیکن انجیل مقدس دونوں کا برابر کا درجہ بیان کرتی ہے۔ دونو کے ہر صورت میں برابر کے حقوق ہیں۔

۱۵: نوکر اورمالک کی ذمہ داریاں ۔ افسیوں باب ۶آیت آیت ۵یا ۹"اے نوکرو! جو جسم کے رو سے تمہارے مالک ہیں اپنی صاف دلی سے ڈرتے اور کانپتے ہوئے ان کے ایسے فرمانبردار رہو جیسے سیدنا مسیح کے ۔ اورآدمیوں کوخوش کرنے والوں کی طرح دکھاوے کے لئے خدمت نہ کرو بلکہ سیدنا مسیح کے بندوں کی طرح دل سے پروردگار کی رضا پوری کرو۔ اوراس خدمت کو آدمیوں کی نہیں بلکہ پروردگار کی جان کر جی سے کرو۔ کیونکہ تم جانتے ہو جو کوئی جیسا اچھا کام کرے گا خواہ غلام ہو خواہ آزاد پروردگار سے ویسا ہی پائے گا۔ اوراے مالکو! تم بھی دھمکیاں چھوڑکر ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو کیونکہ تم جانتے ہو کہ ان کا اور تمہارا دونوں کا مالک آسمان پر ہے اوروہ کسی کا طرف دارنہیں" ۔ نوکروں سے کہا کہ وہ مالکوں کے تابعدار رہیں۔ اوراُن کی خدمت جی جان سے کریں۔ مالکوں کو کہا گیا ہے ۔ کہ دھمکیاں چھوڑکر اُن سے اچھا سلوک کرو۔ کہ اُن کا اورتمہارا! دونوں کا مالک آسمان پر ہے وہ کسی کا طرفدار نہیں بلکہ جو جیسا کام کرتا ہے۔ ویسا ہی پائے گا۔ ۱۔تیمتھیس باب ۶آیت ۱، ۲، " جتنے نوکر جوئے کے نیچے ہیں۔ اپنے مالکوں کو کمال عزت کے لائیق جانیں تاکہ خدا کا نام اور تعلیم بدنام نہ ہو۔ اورجن کے مالک ایماندار ہیں وہ اُن کو بھائی ہونے کی وجہ سے حقیر نہ جانیں بلکہ اس لئے زیادہ تر اُن کی خدمت کریں کہ فائدہ اٹھانے والے ایمان دار اورعزیز ہیں۔ یہاں مسیحی مذہب نے مالک اورنوکر کے تعلقات میں بھائی کا رشتہ قائم کردیا۔

۱۶۔ عیب جوئی نہ کرو! متی باب ۷آیت ۱تا ۵" عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے ۔کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی اورجس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا۔ تم کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتے ہو اوراپنی آنکھ کے شہتیر پر غورنہیں کرتے؟ اورجب تمہاری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تم اپنے بھائی سے کیوں کر کہہ سکتے ہو کہ لاؤ تمہاری آنکھ سے تنکا نکال دوں؟ اے منافقو پہلے اپنی آنکھ میں سے شہتیر نکالو پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکو گے۔" یہ کہا گیاکہ چونکہ سب لوگ تمہارے بھائی ہیں اس لئے دوسرے کے عیبوں کا اس طرح سے ذکرنہیں کرنا چاہیے کہ اُن کی بے عزتی ہو۔ اگرعیبوں کواس لئے ظاہرکرتا ہے۔ کہ عیبوں سے آپ کو نفرت ہے لیکن بھائی سے پیارہے تو لکھا ہے۔ متی باب ۱۸آیت ۱۵" اگر تیرا گناہ کرے۔ توجا اورخلوت میں بات چیت کرکے اُسے سمجھا"۔ اوریہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگرتو عیب کا ذکراس لئے کرتا ہے کہ عیب بگاڑہے۔ جوبھائی کی زندگی میں نہیں ہونا چاہیے توپہلے اپنی آنکھ کے شہتیر کونکال۔ عیبوں اور گناہوں کو سب سے پہلے ہمیں اپنی زندگیوں سے نکالنا چاہیے تب اپنے بھائی کے آنکھ کے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکیں گے۔

۱۷۔ مذہب محض رسومات نہیں۔ بلکہ روزانہ عملی زندگی ہے۔ متی باب ۷آیت ۲۱تا ۲۴سے ۲۷" جو مجھ سے اے مولا اے مولا کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک "آسمان کی بادشاہی " میں داخل نہ ہوگا مگروہی جو میرے پروردگارکی رضا کو پورا کرتا ہے۔ اس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے مولا ، اے مولا !کیا ہم نے آپ کے نام سے نبوت نہیں کی اور آپ کے نام سے بدروحوں کو نہیں نکالا اورآپ کے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے ؟ اس وقت میں ان سے صاف کہہ دوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔ اے بدکارو میرے پاس چلے جاؤ۔پس جوکوئی میری یہ باتیں سنتا اوران پر عمل کرتا ہے وہ اس عقل مند آدمی کی مانند ٹھہرے گا جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا۔ اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اوراس گھر پرٹکریں لگیں لیکن وہ نہ گرا کیونکہ

اس کی بنیاد چٹان پر ڈالی گئی تھی۔ اورجو کوئی میری یہ باتیں سنتا ہے اوران پر عمل نہیں کرتا وہ اس بیوقوف آدمی کی مانند ٹھہرے گا جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا۔ اورمینہ برسا اورپانی چڑھا اورآندھیاں چلیں اوراس گھر کو صدمہ پہنچایا اوروہ گر گیا اوربالکل برباد ہوگیا"۔ یہاں سیدنا مسیح نے مثال دے کر یہ بات صاف طورپر بتائی۔ کہ اگرمذہب کا عمل زندگی سے تعلق ہے تواُس مذہبی آدمی کی زندگی کی بنیاد چٹان پر رکھی ہوئی ہے اورہر طرح کے گناہ کےطوفان اُس کو برباد نہیں کرسکتے۔ لیکن اگرمذہب کا تعلق محض زبان اوررسومات اور عقائد سے ہی ہے۔ تو زندگی کے مکان کی بنیاد ریت پر رکھی ہوئی ہے اورگناہوں کی آندھیاں اُس کو برباد کردینگے۔ مسیحی مذہب عملی زندگی پر زوردیتا ہے اورنمونہ اُس عملی زندگی کا خود سیدنا مسیح ہے۔ یوحنا باب ۲آیت ۶" جو کوئی یہ کہتا ہے کہ میں اُس (سیدنا مسیح) میں قائم ہوں۔ تو چاہیے کہ یہ بھی اُسی طرح چلے جس طرح وہ (سیدنا مسیح) چلتا تھا۔ اگرمذہب انسان کی زندگی میں تبدیلی پیدا کرکے اُسے اعلیٰ انسان نہیں بناتا اوراُس کے تعلقات دوسرے انسانوں سے اعلیٰ نہیں بناتا وہ مذہب انسان کے لئے محض ایک بوجھ ہے اوربےکار ہے۔ لیکن حقیقی مذہب انسان کی عملی زندگی میں انقلاب پیدا کرتا ہے ۔ اُسے اعلیٰ انسان بناتا ہے اُس کے دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلقات اعلیٰ بنادیتا ہے۔ یوحنا باب ۱۳آیت ۱۷" ۔

۱۸: بڑا بننے کی شرط: لوقا باب ۲۲آیت ۲۴سے ۲۷" اور صحابہ کرام میں یہ تکرار بھی ہوئی کہ ہم میں سے کون بڑا سمجھا جاتا ہے ؟ آپ نے ان سے فرمایا کہ مشرکین کے بادشاہ ان پر حکومت چلاتے ہیں اورجو ان پر اختیار رکھتے ہیں خداوندِ نعمت کہلاتے ہیں۔ مگر تم ایسے نہ ہونا بلکہ جو تم میں بڑا ہے وہ چھوٹے کی مانند اورجو مخدوم ہے وہ خادم کی مانند بنے ۔ کیونکہ بڑا کون ہے ؟ وہ جو کھانا کھانے بیٹھا یا وہ جو خدمت کرتا ہے ؟ کیا وہ نہیں جو کھانا کھانے بیٹھا ہے ؟ لیکن میں تمہارے درمیان مخدوم نہیں بلکہ خادم کی مانند ہوں"۔ سیدنا مسیح نے بڑا بننے کی شرط یہ بتائی جو سبھوں کی خدمت کرے۔ مذہبی رہنما اپنے چیلوں سے خدمت کرواتے ہیں۔ لیکن سیدنا مسیح ایک ایسے مذہبی رہنما ہوتے

ہیں۔ جنہوں نے اپنے چیلوں کے پاؤں دھوئے اوریہ کہا۔ لیکن میں تمہارے درمیان خدمت کرنے والے کی مانند ہوں اور بتایا جو تم میں بڑا ہونا چاہے۔ وہ چھوٹے کی مانند ہے۔ اور جو سردار ہے وہ خدمت کرنے والے کی مانند ہے۔ مرقس باب ۹ آیت ۳۵" پھراُس (سیدنا مسیح) نے بیٹھ کراُن بارہ کو بلایا۔ اوراُن سے کہا " اگر کوئی اول ہونا چاہیے تو سب میں پچھلا اورسب کا خادم بنے" یوحنا باب ۱۳آیت ۱۳تا ۱۵" تم مجھے استاد اورمولا کہتے ہو اور خوب کہتے ہو کیونکہ میں ہوں۔ پس جب مجھ مولا اوراستاد نے تمہارے پاؤں دھوئے تو تم پر بھی فرض ہے کہ ایک دوسرے کے پاؤں دھویا کرو۔کیونکہ میں نے تم کو ایک نمونہ دکھایا ہے کہ جیسا میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے تم بھی کیاکرو" ۔ ان حوالجات سے صاف ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ سیدنا مسیح نے خدمت کی عظمت بیان کی ہے اوربڑا بننے کا رازخدمت کرنا ہی بتایا گیا ہے۔ اسی لئے مسیحی مذہب کے پرچارک جہاں کہیں گئے انہوں نے منادی کے ساتھ ساتھ مریضوں کی خدمت بھی کی اورانسانی جہالت کو دورکرنے کے لئے تعلیمی خدمت بھی کی۔

۱۹: پاکیزگی۔ متی باب ۱۵آیت ۲، ۱۰، سے ۱۱، ۱۷سے ۲۰ " تیرے (سیدنا مسیح) کے شاگرد بزرگوں کی روائتوں کو کیوں ٹال دیتے ہیں کہ کھانے کھاتے وقت ہاتھ نہیں دھوتے؟ ۔۔ اس نے لوگوں کو پاس بلا کر اُن سے کہا سنو اورسمجھو۔ جو چیز منہ میں جاتی ہے۔ وہ آدمی کو ناپاک نہیں کرتی۔ مگر جو منہ سے نکلتی ہے وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہے۔ کیا یہ نہیں سمجھے کہ جو کچھ منہ میں جاتا ہے وہ پیٹ میں پڑتا اور مزبلہ میں پھینکا جاتا ہے ۔ مگر جوباتیں منہ سے نکلتی ہیں وہ دل سے نکلتی ہیں اوروہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔ کیونکہ بُرے خیال، خونریزیاں ، زناکاریاں، حرامکاریاں ، چوریاں، جھوٹی گواہیاں ، بد گوئیاں دل سے نکلتی ہیں۔ یہی باتیں ہیں۔ جو آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔ مگر بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا آدمی کو ناپاک نہیں کرتا۔ سیدنا مسیح نے یہ نرالی تعلیم دی۔ کہ کوئی چیز کھانے سے آدمی ناپاک نہیں ہوتا۔ لیکن جوباتیں دل سے نکلتی ہیں۔ وہ آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔ حقیقی پاکیزگی کا تعلق روح سے ہے۔ جسم سے نہیں۔ اور خوراک کا تعلق جسم کے ساتھ ہے روح کے ساتھ نہیں۔ اچھی خوراک کھانے سے جسم مضبوط

ہوجاتا ہے لیکن اچھی خوراک سے روح مضبوط نہیں ہوجاتی ۔ اچھی خوراک نہ کھانے سے جسم کمزور ہوجاتا ہے لیکن روح کمزور نہیں ہوتی ۔ جو لوگ جسمانی طورپر مضبوط ہیں۔ وہ ضروری نہیں کہ روحانی طورپر بھی مضبوط ہوں۔ اورجو لوگ جسمانی طورپر کمزور ہیں۔ وہ ضروری نہیں کہ روحانی طورپر بھی کمزور ہوں۔ ایک آدمی دوسروں کا مال لوٹ کر خوب کھاتا ہے ۔ اُس کا جسم ضرور مضبوط ہوگا۔ لیکن گناہ کی وجہ سے روح کمزورہوگی۔ دوسرا آدمی اپنی خوراک میں سے محتاجوں کو دیتا ہے۔ توخوراک کم کھانے سے اُس کا بدن ضرور کمزور ہوگا۔ لیکن اچھے کام اس بات کا ثبوت ہیں۔ کہ اُس کی روح مضبوط ہے۔ وہ جسم جس کا خوراک پر انحصار ہے۔ وہ مٹ جانے والا ہے لیکن روح ہمیشہ قائم رہتی ہے اور وہ خوراک سے متاثر نہیں ہوتی ۔ لہذا خوراک روح کو ناپاک نہیں کرسکتی ۔ لیکن بُرے خیال ، حرامکاریاں ، وغیرہ انسان کو ناپاک کرتی ہیں۔

۲۰۔ انسان کی قدر: متی باب ۲۵آیت ۳۴" اس وقت بادشاہ اپنے دہنی طرف والوں سے کہے گا آؤ میرے پروردگار کے مبارک لوگو جو بادشاہی بنائی عالم سے تمہارے لئے تیارکی گئی ہے اسے میراث میں لے لو۔کیونکہ میں بھوکا تھا ، تم نے مجھے کھاناکھلایا ، میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا، میں پردیسی تھا، تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا۔ ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا ، بیمار تھا تم نے میری خبر لی ، قیدمیں تھا ، تم میرے پاس آئے ، تب دیانتدارجواب میں اس سے کہیں اے مولا ہم نے کب آپ کو بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا، پیاسا دیکھ کر پانی پلایا؟ ہم نے کب آپ کو پردیسی دیکھ کر گھر میں اتارا ؟ یا ننگا دیکھ کر کپڑا پہنایا؟ ہم کب آپ کو بیماردیکھ کرآپ کے پاس آئے ؟ بادشاہ جواب میں ان سے فرمائے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں جب تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی کےساتھ یہ سلوک کیا تو میرے ہی ساتھ کیا۔ پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا اے ملعونو میرے سامنے سے اس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ جو ابلیس اوراس کے فرشتوں کے لئے تیارکی گئی ہے۔ کیونکہ میں بھوکا تھا، تم نے مجھے کھانہ کھلایا،پیاسا تھا، تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔ پردیسی تھا تم نے مجھے گھر میں نہ اتارا ، ننگا تھا، تم نے مجھے

کپڑا نہ پہنایا ، بیمار اور قید میں تھا ، تم نے میری خبر نہ لی، تب وہ بھی جواب میں کہیں گے اے مولا! ہم نے کب آپ کو بھوکا یا پیاسا یا پردیسی یا ننگا یا بیمار یا قید میں دیکھ کر آپ کی خدمت نہ کی ؟ اس وقت وہ ان سے فرمائے گا یہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے ان سب سے چھوٹوں میں سے کسی کے ساتھ یہ سلوک نہ کیا تو میرے ساتھ نہ کیا؟ خدا وسیدنا مسیح کے دل میں ایک چھوٹے سے چھوٹے انسان کی اتنی قدر تھی کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ اگر کسی کو کسی نہ روٹی دی تو مجھے دی۔ پیاسے کو پانی پلایا تو مجھے پلایا۔ بیمار کی تیمارداری کی تو میری کی ۔ اور اگر کسی بھوکے کو روٹی نہیں کھلائی تو مجھے نہیں کھلائی ۔ اگر پیاسے کو پانی نہیں پلایا تو مجھے نہی نپلایا۔ سیدنا مسیح مجسم خدا ہیں۔ اُن کی خدمت کرنے سے یہ مراد ہے۔ کہ انسانوں کی خدمت کی جائے۔ اسی سے مسیحی مشنریوں نے تاریک برہ اعظموں میں جہاں انسان جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتا تھا جاکر خدمت کی۔ بھوکوں کو روٹی کھلائی، ننگوں کو کپڑا پہنایا۔ بیماروں کا علاج کیا۔ آدم خور لوگوں کے درمیان ایسی ہی خدمتیں کی گئیں۔ کوڑھیوں کے درمیان خدمت کا کام کیا گیا۔ کیونکہ یہ حکم دیا گیا تھا۔ چونکہ تم نے میرے اُن سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ اس لئے میرے ہی ساتھ کیا۔

۲۱۔ سب سے بڑا حکم: متی باب ۲۲آیت ۳۶تا ۴۰: اے استاد! توریت شریف میں کون سا حکم بڑا ہے؟ آپ نے اس سے فرمایا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان او راپنی ساری عقل سے محبت رکھ ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے ۔ اوردوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے براب محبت رکھ ۔ ان ہی دوحکموں پر تمام توریت اورانبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے "۔ مذہب کا نچوڑ دوحکموں میں بیان کردیا۔ خدا سے سارے دل ،ساری جان، ساری عقل سے محبت رکھ ، رومیوں باب ۱۳باب ۸تا ۱۰"آپس کی محبت ، کے سوا کسی چیز میں کسی کے قرض دار نہ ہوکیونکہ جو دوسرے سے محبت کرتا ہے اس نے شریعت پر پورا عمل کیا۔کیونکہ یہ باتیں کہ زنا نہ کرو، خون نہ کرو، چوری نہ کرو، لالچ نہ کرو، اوران کے سوا اورجو کوئی حکم ہو ان سب

کا خلاصہ اس بات میں پایا جاتا ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت کرو۔ محبت اپنے پڑوسی سے بدی نہیں کرتی ، اس واسطے محبت شریعت کی تعمیل ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا پڑوسی کون ہے۔ لوقا باب ۱۰ آیت ۲۹ تا ۳۷" مگر اس نے اپنے تئیں راستباز ٹھہرانے کی غرض سے سیدنا مسیح سے پوچھا۔ پھر میرا پڑوسی کون ہے۔ سیدنا مسیح نے جواب میں کہا کہ ایک آدمی یروشلیم سے یریحو کی طرف جارہا تھا۔ کہ ڈاکوؤں میں گھر گیا اُنہوں نے اُس کے کپڑے اُتارلئے اور مارا بھی اور ادھموا چھوڑکر چلے گئے۔ اتفاقاً ایک کاہن اُسی راہ سے جارہا تھا۔ اور اُسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ اسی طرح ایک اور لاوی اُس جگہ آیا اور وہ بھی اُسے کترا کر چلا گیا۔ لیکن ایک سماری سفر کرتے کرتے وہاں آنکلا اور اُسے دیکھ کر اُس نے ترس کھایا اور اُس کے پاس آکر اُس کے زخموں کو تیل اور مے لگاکر باندھا اور اپنے جانور پر سوار کرکے سرائے میں لے گیا اور اُس کی خبرگیری کی۔ دوسرے دن دو دینار نکال کر بھٹیارے کو دئیے اور کہا۔ اس کی خبر گیری کرنا اور جو کچھ اس سے زیادہ خرچ ہوگا میں پھر آکر تجھے ادا کرونگا۔ ان تینوں میں سے اُس شخص کا جو ڈاکوؤں میں گھر گیا تھا۔ تیری دانست میں پڑوسی ٹھہرا؟ اُس نے کہا وہ جس نے اُس پر کیا۔ سیدنا مسیح نے کہا۔ جا تو بھی ایسا ہی کر۔ تمثیل میں سیدنا مسیح نے یہ بتایا کہ اُس زخمی آدمی کے پاس سے پہلے ایک مذہبی لیڈر (کاہن) گذرا۔ لیکن خود مذہبی لیڈر ہونے کے اُس میں انسانی ہمدردی نہ تھی۔ پھر ایک اعلیٰ لیڈر (لاوی) اُدھر سے گذرا۔ اُس شخص میں بھی انسانی ہمدردی نہ تھی۔ تب اچھوت جاتی (سماری) اُدھر سے گذرا۔ اُسی نے انسانیت کو دکھی دیکھا اور باوجود ہر طرح کی غربت اُس زخمی آدمی کی مدد کی۔ اور سیدنا مسیح نے سوال کرنے والے سے یہ کہا۔ جاتو بھی ایسا ہی کر۔ اس پڑوسی سے مراد وہ شخص نہیں جو ہمارے گھر کے قریب رہتا ہے یا وہ شخص نہیں جو ہمارا ہم مذہب قوم ہے۔ بلکہ ہر وہ شخص جو ہماری مدد کا محتاج ہے وہ ہمارا پڑوسی ہے۔ اُس سے ہمیں اپنی مانند رکھنا ہے۔ سیدنا مسیح نے اس (سماری) اچھوت کی مثال دے کر یہ حکم دیا۔ جاتو بھی ایسا ہی کر۔

۲۲۔مسیحی ہونے کا نشان۔ یوحنا باب ۱۳آیت ۱۲تا ۱۵:
میرا حکم یہ ہے کہ جیسے میں نے تم سے محبت کی تم بھی ایک دوسرے سے محبت کرو۔ اس سے زیادہ محبت کوئی شخص نہیں کرتا کہ اپنی جان اپنے دوستوں کے لئے دے دے ۔ جو کچھ میں تم کو حکم دیتا ہوں اگر تم اسے کرو تو میرے دوست ہو۔ یعنی مسیحی ہو۔ عام انسانی محبت تو ہر انسان میں پائی جاتی ہے۔ اگر ایسی ہی محبت کا سیدنا مسیح مطالبہ کرتے اوریہ کہتے ہیں۔ اس سے سب لوگ جانینگے۔ کہ تم میرے شاگرد ہو۔ تو یہ تخصیص بلامحفص ہوتی۔ یعنی بغیر کسی خاص سے خاص کردینا۔ اگر سب انسانوں میں ایک ہی جیسی محبت ہوتی توپھر ایسی محبت مسیحی ہونے کا کیسے نشان ہوسکتی ہے۔ لیکن جہاں محبت رکھنے کا حکم دیا گیا وہاں یہ بھی بتایا گیا۔ جیسے میں نے تم سے محبت رکھی تم بھی ایک دوسرے سے محبت رکھو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا مسیح کی محبت کیسی محبت تھی۔ محبت دو قسم کی ہے۔ انسانی محبت اورالٰہیٰ محبت۔ انسانی محبت کا کمال دوستوں کےلئے جان دینا۔ الٰہیٰ محبت دشمنوں کےلئے جان دینا۔

یوحنا باب ۱۳آیت ۱تا ۵ : عید فسح سے پہلے جب سیدنا عیسیٰ نے جان لیا کہ میرا وہ وقت آپہنچا ہے کہ دنیا سے رخصت ہوکر پروردگار کے پاس جاؤں تو اپنے ان لوگوں سے جو دنیا میں تھے جیسی محبت رکھتے تھے آخر تک محبت رکھتے رہے ۔ اورجب ابلیس شمعون کے بیٹے یہودہ اسکریوتی کے دل میں ڈال چکا تھا کہ آپ کو پکڑوائے تو شام کا کھانا کھاتے وقت ۔ سیدنا عیسیٰ نے یہ جان کر کہ پروردگار نے سب چیزیں میرے ہاتھ میں کردی ہیں اورمیں پروردگار کے پاس سے آیا اورپروردگارہی کے پاس جاتا ہوں ۔ دسترخوان سے اٹھ کر کپڑے اتارے اوررومال لے کر اپنی کمر میں باندھا ۔اس کے بعد برتن میں پانی ڈال کر صحابہ کرام کے پاؤں دھونے اور جو رومال کمر میں باندھا تھا اس سے پونچھنے شروع کئے"۔ یہ سیدنا مسیح اُستاد ہے وہ اپنے شاگردوں کے پاؤں دھوتا ہے۔ ناصرف اُن شاگردوں کے جواُس کے تابعدار ہیں بلکہ اُن کے بھی جن میں ایک سیدنا مسیح کا انکارکردے گا۔ اوردوسرا سیدنا مسیح کو تیس روپے کے لالچ میں آکر گرفتار کرائیگا۔ لکھا ہے جب سیدنا مسیح کو پتہ ہی لگ چکا تھا۔ کہ شمعون

کا بیٹا یہوداہ اسکریوتی مجھے پکڑوائیگا۔ اس کے باوجود اُس نے یہوداہ اسکروتی کے پاؤں دھوئے ایسی محبت کا نمونہ اُس نے اپنے شاگرد کو دیا اور کہا۔ جیسے میں تم سے محبت رکھی تم بھی ایک دوسرے سے محبت رکھو۔ رومیوں ۵باب آیت ۷تا ۸ "کسی راستباز کی خاطر بھی مشکل سے کوئی اپنی جان دے گا۔ مگر شائد کسی نیک آدمی کے لئے کوئی اپنی جان تک دے دینے کی جرات کرے۔ لیکن خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے ۔ کہ جب ہم گنہگار ہی تھے مسیح ہماری خاطر موا"۔ انسانی محبت کا کمال یہ ہے کہ ہم طبیعت کے لئے جان تک دی دی جائے۔ لیکن الہیٰ محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ گنہگاروں سے بھی محبت رکھتا ہے۔ پس مسیحی ہونے کا نشان ایسی محبت ہے۔ جیسے سیدنا مسیح نے اپنے دشمن یہوداہ اسکریوتی سے بھی رکھی۔ مسیحی ہونے کا انجیل مقدس میں اور کوئی ظاہرا انسان نہیں بتایا گیا۔ ہر رنگ ہر بولی بولنے والے مسیحی ہیں۔ کوئی خاص پوشاک مسیحی ہونے کا نشان نہیں۔ ہر طرح کے نام کے لوگ مسیحی ہیں۔ چاہے وہ نام سکھوں کے ناموں جیسے ہوں چاہے وہ نام ہندوؤں جیسے نام ہوں۔ چاہے وہ نام مسلمانوں جیسے نام ہوں۔ چاہے وہ انگریزی جاپانی اور روسی نام ہوں۔ مسیحی لوگ ناموں سے بھی نہیں پہچانے جاتے ۔ نہ کوئی مسیحی ہونے کے ظاہرا نشانات مقرر کئے گئے ہیں۔مسیحی ہونے کا ایک ہی نشان مقرر کیا گیا ہے۔ اگر تم ایک دوسرے سے محبت رکھو گے۔ تو اس سے سب جانیں گے کہ تم میرے شاگرد ہو۔ مسیحی کے دل میں خدا کی محبت آجاتی ہے۔ رومیوں باب ۵آیت ۵ " کیونکہ روح القدس جو ہم کو بخشا گیا ہے۔ اُسی کے وسیلے سے خدا کی محبت ہمارے دلوں میں ڈالی گئی ہے"۔ یہ جو محبت ہمارے دلوں میں ڈالی گئی ہے اسی محبت کا اظہار دوسروں سے محبت کرنے میں ہوتا ہے۔ اگر مسیحی زندگی میں ایسی محبت کا اظہار نہیں ہوتا تو وہ بے نشان زندگی ہے۔

۲۳: سنہیلا اصول: لوقا باب ۶آیت ۳۱" اور جیسا تم چاہتے ہوں کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں۔ تم بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی کرو"۔ دنیا کا عام اصول یہ ہے۔ کہ جیسا لوگ تمہارے ساتھ کرتے ہیں تم بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی کرو۔

لیکن سیدنا مسیح نے ایک لاثانی تعلیم دی۔ کہ جیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں تم بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی کرو۔ اگر سب لوگ اس اصول کو مان لیں۔ تو دنیا سورگ بن جاسکتی ہے۔ اور دنیا میں پولیس کی ضرورت ہے نہ ہی فوج کی نہ ہی جیل خانے رہیں۔ نہ ہی مجسٹریٹوں کی ضرورت رہے۔ نہ ہی یو۔این۔او کی ضرورت رہے۔ کیونکہ سنہرا اصول یہ بتایا گیا ہے کہ جیسے تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں۔ تم بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی کرو۔ آپ نہیں چاہتے کہ کوئی آپ کی بے عزتی کرے آپ بھی کسی کی بے عزتی نہ کریں۔ آپ نہیں چاہتے کہ کوئی آپ کی چوری کرے ،گالی دے یا جھوٹ بولے یا کوئی اور نقصان کرے۔ لہذا آپ بھی کسی کی چوری نہ کریں گالی نہ دیں۔ جھوٹ نہ بولیں نہ کسی کا نقصان کریں۔ اگرآپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ سے نیک سلوک کریں ۔ آپ لوگوں سے نیک سلوک کریں۔اگرآپ چاہتےہیں کہ لوگ آپ سے محبت کریں۔ آپ کی عزیں کریں۔ آپ کی بھلائی کریں۔ آپ بھی لوگوں سے محبت رکھیں اُن کی عزت کریں اُن کی بھلائی کریں۔ یہ ایک ایسا سنہرا اصول ہے ۔کہ اگر سب لوگ اس پر عمل کرنے لگ جائیں تو دنیا کے بے شمار دکھوں اوربگاڑوں کا علاج ہوسکتا ہے۔ اُس کی لاثانی شخصیت کا پہلا ثبوت اُس کی لاثانی تعلیم ہے۔

چوتھا باب

اُس کے لاثانی ہونے کا دوسرا ثبوت اُس کے لاثانی دعوے ہیں

اس نے کیا کیا دعویٰ کئے ؟

۱۔ سیدنا مسیح نے یہ دعویٰ کیاکہ میں خدا ہوں جو انسانی جسم میں مجسم ہوا ہوں۔ جو مجسم کے منکر ہیں۔ وہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جنہوں نے اپنے متعلق مجسم خدایا اوتارہونے کا دعویٰ۔ اُن کا بے گناہ چال چلن نہ تھا۔ یہ سچ ہے ۔ جو خدا کا مجسم ہونے کا دعویٰ کرے اس کا چال چلن خدا جیسا ہونا چاہیے اوراگرکسی کا چال چلن بے داغ نہیں۔ وہ تو خدا کا مجسم یا اوتارنہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ دعویٰ غلط ہوگا۔ کہ چونکہ یہ شخص جس نے اوتارہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کے چال چلن میں نقص ہے۔ لہذا خدا کا نہ صرف یہ کہ وہ اوتارہی نہیں ہوسکتا بلکہ خدا کا تجسم ہی ناممکن ہے۔ یہ سچ ہے کہ اگر مدعی کا چال چلن بے داغ چالچن نہیں تو وہ مدعی خدا کا اوتارنہیں ۔ لیکن اس سے اوتار ہونے کے امکان کا انکارلازم نہیں آتا۔ توجو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا کا اوتار ناجائز ہے۔ اُن میں یہاں تک تو سچائی ہے۔ کہ جنہوں نے اوتار ہونے کا دعویٰ کیا اُن کی زندگیاں بے نقص نہ تھیں۔ اگرایسے لوگوں کومجسم خدا یا اوتار مان لیا جائے تویہ ماننا پڑے گا۔ کہ خدا میں نقائص ہیں تو جس میں نقائص ہوں وہ خدا نہیں ہوسکتا۔ لیکن جو لوگ مجسم خدا کے قائل ہیں اُن میں بھی سچائی ہے۔ کہ بغیر تسجم کے خدا کا ثبوتی علم حاصل نہیں ہوسکتا۔ میرے ذہنی خیالات جب تک الفاظ کا جامہ نہ پہنیں۔ ان سے دوسرا آدمی استفادہ نہیں کرسکتا۔اسی طرح جب تک خدا کی بے حد مرضی انسانی بولی کا جامہ نہ پہنے اس سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا ۔ خدا کی بے حد مرضی سے استفادہ کےلئے انسانی بولی کا وسیلہ ضروری ہے۔یعنی جب تک خدا اپنی مرضی کا اظہار انسانی بولی میں نہ کرے انسان اُس سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ خدا کے بے علم اوربے حد مرضی اور لامحدود انسان کے درمیان انسانی بولی ایک وسیلہ ہے۔ دنیا میں جتنی مذہبی الہامی کتابیں ہیں۔ اُن کے متعلق ان کے

معتقدین کا یہ عقیدہ اورایمان ہے۔ کہ وہ خدا کی کتابیں ہیں۔ اگر وہ خدا کی کتابیں ہیں۔ تواس لئے کہ اُس میں خدا کی مرضی اورعلم کو بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ کتابیں انسانی بولی اورمحاورے میں لکھی گئی ہیں۔ کاغذ سے بنی اورسیاہی سے لکھی گئی ہیں۔تو اگرکسی کتاب کو اسلئے کہ اُس میں خدا کی بے مرضی محدود انسانی بولی میں بیان کرنے کی وجہ سے اُسے خدا کی کتاب کہا جاتا ہے۔تو اگر اشرف المخلوقات انسان میں بے حد خدا مجسم ہو تو اُس میں کیا نقص ہے۔ اگر خدا کی بیحد مرضی کا تجسم ایک کاغذ اورسیاہی سے مرتب کتاب میں جائز ہے تو اشرف المخلوقات انسان میں اُس کا تجسم کیونکر ناممکن ہے۔ انسان میں طبعی خواہش خدا کے دیدار اورملاپ کی ہے۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آلباسِ مجازمیں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیازمیں

بغیر تجسم کے دیدار ناممکن ہے۔بغیر تجسم کے محدود انسان سے لامحدود خدا کا ملاپ ناممکن ہے۔ مسیحی مذہب میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ مجسم خدا کی ضرورت ہے لیکن جو مجسم خدا ہونے کا دعویٰ کرے۔ اُس کا کلام اورکام خدا جیسا ہونا چاہیے۔ سیدنا مسیح نے مجسم خدا ہونے کادعویٰ کیا اوریہ کہا ۔ میرا کلام میرا نہیں بلکہ میرے بھیجنے والا کا ہے۔ باپ مجھ میں رہ کرکام کرتا ہے ۔ میرے کاموں سے میرا یقین کرو۔ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں سیدنا مسیح نے اپنی پیش کی ۔یوحنا باب ۸آیت ۲۸تا ۲۹" پس یسوع نے کہا کہ جب تم ابنِ آدم کو اوُنچے پرچڑھا ؤگے تو جانوگے کہ میں وہی ہوں اوراپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا بلکہ جس طرح باپ نے مجھے سکھایا اُسی طرح یہ باتیں کہتاہوں ۔ اورجس نے مجھے بھیجا وہ میرے ساتھ ہے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ کیونکہ میں ہمیشہ وہی کا م کرتاہوں جواُسے پسند آتے ہیں۔ یوحنا ۷باب آیت ۱۶تا ۱۷" یسوع نے جواب میں اُن سے کہا ۔ کہ میری تعلیم میری نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے کی ہے۔ اگر کوئی اُس کی مرضی پر چلنا چاہے تو وہ اس تعلیم کی بابت جان جائے گا۔ کہ خدا کی طرف سے ہے یا میں اپنی طرف سے کہتاہوں۔ یوحنا باب ۱آیت ۱تا ۳" ابتدا میں کلام تھااورکلام خدا کے ساتھ تھا۔ یہی ابتدا میں

خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اُس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں۔اورجو کچھ ہوا اس میں سے کوئی چیز بھی اُس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی ۔ اُس میں زندگی تھی اوروہ زندگی آدمیوں کا نور تھی۔ سیدنا مسیح نے مجسم خدا ہونے کا لاثانی دعویٰ کیا اوراپنے کلام اورکام سے ثبوت پیش کیا۔ ہم سیدنا مسیح کواس لئے مجسم خدا کہتے ہیں کلسیوں باب ۱آیت ۱۵" وہ اندیکھے خدا کی صورت اورتمام مخلوقات سے پہلے موجود ہے۔

کلسیوں باب ۲آیت ۹" کیونکہ الوہیت کی ساری معموری اسی میں مجسم ہوکر سکونت کرتی ہے۔۱تیمتھیس باب ۳آیت ۱۶" اس میں کلام نہیں کہ دینداری کا بھید بڑا ہے یعنی وہ جو جسم میں ظاہر ہوا اورروح میں راستباز ٹھہرا اور فرشتوں کو دکھائی دیا اورغیر قوموں میں اُس کی منادی ہوئی اوردنیا میں اُس پر ایمان لائے اورجلال میں اوپر اٹھایا گیا۔ عبرانیوں باب۱آیت ۳" وہ اُس کے جلال کا پرتو اوراس کی ذات کا نقش ہوکر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے ۔ وہ گناہوں کو دھوکر عالم بالا پر کبریا کی دہنی طرف جا بیٹھا۔

یوحنا باب ۱۴آیت ۹۔ یسوع نے اُس سے کہا" اے فلپس میں اتنی مدت سے تمہارے پاس ہوں کیا تومجھے نہیں جانتا۔ جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کودیکھا" باپ خدا کی وہ حیثیت ہے جسے انسان دیکھ نہیں سکتا۔ وہ خدا کی لامحدود صورت ہے۔ لیکن سیدنا مسیح خدا کی ظہوری صورت ہے۔ لہذا خدا کا ثبوتی علم صرف سیدنا مسیح کے وسیلے سے حاصل ہوتا ہے ۔ یوحنا باب ۱آیت ۱۸" خدا کوکسی نے کبھی نہیں دیکھا اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُسی نے ظاہر کیا" ۔ اکلوتے بیٹے سے مراد سیدنا مسیح ہے۔ خدا چونکہ غیر مرئی ہے۔ لہذا اُس کا دیدار ناممکن ہے۔ سیدنا مسیح اُسی خدا کی ظہوری صورت ہے۔ لہذا وہی خدا کا مجسم ہے یوحنا باب ۱۴آیت ۱۰" کیا تو یقین نہیں کرتاکہ میں باپ میں ہوں اورباپ مجھ میں ہے۔ یہ باتیں جو میں تجھ سے کہتاہوں۔ اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ لیکن باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے"۔ جس طرح روح کا اظہارجسم کے وسیلے سے ہوتا ہے ۔ اُسی طرح خدا کا اظہار سیدنا مسیح کے جسم سے ہوتا ہے ۔ یوحنا باب ۱۴آیت ۱۱" میرا یقین کرو" کہ میں باپ

میں ہوں اورباپ مجھ میں ہے۔ نہیں تو میرے کاموں ہی کے سبب میرا یقین کرو"۔ سیدنا مسیح نے خدا ہونے کا دعویٰ کے ساتھ اپنی زندگی سے بھی ثبوت دیا۔ یوحنا باب ۸آیت ۴۶" تم میں کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے؟ اگر میں بولتاہوں تو میرا یقین کیوں نہیں کرتے ؟ باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے میرے کاموں کے سبب سے یقین کروکہ باپ مجھ میں اورمیں باپ میں ہوں" سیدنا مسیح نے اسی لئے یہ کہا۔ جس نے مجھے دیکھا باپ کو دیکھا میرے وسیلے کے بغیر باپ کے پاس نہیں جا سکتے۔ جیسے مذہبی کتاب پڑھنے کے بغیر خدا کی بے حد مرضی واقفیت حاصل نہیں کرسکتے۔ سیدنا مسیح میں تینوں ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ خدا کا علم حاصل کلام ہے" میرے وسیلے کے بغیرباپ کے پاس نہیں جاسکتے۔ خدا کا دیدارحاصل ہوتا ہے۔ آنکھ کے وسیلے بغیر دیکھ نہیں سکتے ۔ اسی طرح سیدنا مسیح کے بغیرخدا کو دیکھا نہیں جاسکتا" جس نے مجھے دیکھا اُس نے اس کو دیکھا" خدا سے ملاپ اسی کے وسیلے سے ہوتا ہے ۔ یوحنا ۱۷: ۲۱" باپ مجھ میں اورمیں باپ میں اورتم مجھ میں ہو"۔

۲۔ سیدنا مسیح نے دوسرا دعویٰ منجئ عالمین ہونے کا لاثانی دعویٰ کیا۔ متی باب ۹آیت ۱۲" تندرستوں کو طبیب درکارنہیں۔ بلکہ بیمارکو۔۔۔۔کیونکہ میں راستبازوں کونہیں۔ بلکہ گنہگاروں کوبلانے آیا ہوں۔ ۱تیمتھیس آیت ۵" یہ بات سچ ہے کہ اورہر طرح سے قبول کرنے کےلائق ہے سیدنا مسیح گنہگاروں کو نجات دینے کےلئے دنیا میں آیا" خدا سیدنا مسیح نے منجئ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ضرورت منجئ ماننے کےلئے ضرورت نجات یا ضرورت مکتی ماننا ضروری ہے۔ حکیم کی ضرورت کو ماننے سے پہلے علاج کی ضرورت ماننا ضروری ہے۔ علاج کی ضرورت کو ماننے سے پیشتر یہ ماننا ضروری ہے۔ کہ کوئی بیمار ہے۔ اسی طرح ضرورتِ منجئ کےلئے ضرورت نجات ماننا ضروری اور ضرورت نجات ماننے کے لئے بندھن ماننا ضروری ہوگا۔ اگر مریض ہی نہیں ۔ تو ضرورت علاج ہی نہیں۔ اگر ضرورتِ علاج نہیں۔ تو ضرورت حکم بھی نہیں۔ بعض لوگ ضرورت نجات ہی نہیں مانتے ۔ جیسا جنم کا اندھا بینا کی ضرورت نہ سمجھے ۔کیونکہ بینائی کی حقیقت سے ناواقف ہے یا ان پڑھ

آدمی ضرورت علم کا انکار کرے۔ کیونکہ اُسے صحیح امتیاز حاصل نہیں۔ اسی طرح جو آدمی طبعاً گناہ کرنا پسند کرتا ہے۔ وہ گناہ کا قیدی ہے۔ لہذا وہ قدرت نجات کو نہیں مانتا۔ اسی طرح جس غلام میں غلامانہ ذہینیت ہو۔ وہ ضرورتِ آزادی کو نہیں سمجھتا۔ یوحنا باب ۲آیت ۱۱" لیکن جو اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہے۔ وہ تاریکی میں ہے۔ اورتاریکی میں ہی چلتا ہے یہ نہیں جانتا کہ کہاں جاتا ہے کیونکہ تاریکی نے اجس کی آنکھیں اندھی کردی ہیں"۔ عام طورپر لوگ ہر طرح کی آزادی کے خواہش مند ہیں۔ ہر طرح کی بیماریوں سے آزادی کےلئے کوشش کررہے ہیں۔ غیروں کی غلامی سے آزادی چاہتے ہیں۔ لیکن گناہ جس کے پنجے کے طورپر یہ غلامیاں ہیں۔ اُس سے لاپروہ ہونے کی وجہ سے گناہ سے آزاد ی حاصل کرنا نہیں چاہتے دراصل دنیا کے سارے بگاڑ کا سبب گناہ ہے۔ گناہ عالمگیر ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب ضرورت نجات کے قائل ہیں۔ ضرورت نجات کو ماننا ہی اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ گرفتاری یا بندھن ضروری ہے۔ اب یہ بندھن چاہے گناہ کے نتیجے کے طورپر ہو۔ یا گناہ آلودہ طبعیت کے جب سے ہو بہر صورت یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ بندھن ضرور ہے۔ نجات سے مراد گناہ اور گناہ کے پنجے سے چھٹکارا ہے۔ کامل تندرستی بیماری اوربیماری کے نتیجے سے چھٹکارا ہے۔ جب ضروریات نجات ہمہ گیر تو گناہ بھی یہ گیر ماننا پڑیگا۔ جب سب مذاہب ضرورت ہے نجات کے قائل ہیں۔ تو گناہ کی ہمہ گیری بھی ثابت ہے۔

۲۔ عقل سے یہ ثابت ہے کہ گناہ ہمہ گیر ہے۔ اورانسان کا گناہ کی طرف میلان طبعی ہے۔ اسی لئے باوجودیکہ انسان گناہ کو بُرا سمجھتا ہے۔ اوریہ جانتا ہے کہ گناہ ب باعث بے عزتی ہے، گورنمنٹ، مذہب سوسائٹی اُسے برا قراردیتے ہیں۔ لیکن پھر بھی باوجود سارے علم کے انسان گناہ کرتا ہے۔ اس لئے اُس کا میلان گناہ کی طرف طبعی ہے۔ اورطبیعت ہمیہ گیر ہوتی ہے۔

۳۔ جتنے لوگوں کی بابت ہم نے پڑھا۔ سنا، دیکھا اُن سب میں گناہ پایا جاتا ہے۔ لہذا مشاہدہ سے یہ ثابت ہے کہ

گناہ ہمہ گیر ہے۔ کون ایسا آدمی ہے جس نے قولاً ۔ فعلاً خیلاً ایک بھی گناہ نہیں کیا۔

۴۔ تجربہ ، ہمارا شخصی تجربہ یہ ہے کہ اوّل تو ہم جان بوجھ کرگناہ کرتے ہیں۔ لیکن اگریہ بھی ارادہ کریں۔ کہ وہ نہیں کرنا۔ توبھی ہم سے گناہ ہوجاتا ہے۔رومیوں باب ۷آیت ۱۸سے ۲۱" کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مجھ میں یعنی میرے جسم میں کوئی نیکی بسی ہوئی نہیں البتہ ارادہ تو مجھ میں موجود ہے مگرنیک کام مجھ سے بن نہیں پڑتے۔چنانچہ جس نیکی کا ارادہ کرتا ہوں وہ تونہیں کرتا مگرجس بدی کا ارادہ نہیں کرتا اسے کرلیتا ہوں ۔پس اگرمیں وہ کرتا ہوں جس کا ارادہ نہیں کرتا تو اس کا کرنے والا میں نہ رہا بلکہ گناہ ہے جو مجھ میں بسا ہوا ہے۔غرض میں ایسی شریعت پاتا ہوں کہ جب نیکی کاارادہ کرتا ہوں توبدی میرے پاس آموجود ہوتی ہے"۔

بائبل مقدس اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ گناہ ہمہ گیر ہے" ہماری ساری راستبازی گندی دھجیوں کی مانند ہے" زمین پرکوئی راستبازنہیں۔ جونیکی ہی نیکی اورخطا نہ کرے"۔ ۱۔سلاطین باب ۸آیت ۴۶" کیونکہ ایسا کوئی آدمی نہیں جو گناہ نہ کرتا ہو"۔

انسان کا دل اورعقل دونو پانی ہوگئے ہیں ۔ مذہب کے ماننے والے ۔ اگرچہ خدا کے قائل ہیں۔ اوریہ جانتے ہیں کہ انسانوں کو ایک دوسرے سے بلاامتیاز محبت کرنی چاہیے ۔ لیکن مذہب کے نام میں ایک دوسرے کو قتل کیا جاتا ہے۔ جس بات کو عقیدے کےطورپردرست مانتے ہیں عمل اُس کے برخلاف کرتے ہیں(ب)سیاست دان اگرچہ اپنے فلسفہ میں یہ مانتے ہیں ۔ کہ بہترین سیاست وہ ہے۔ جس میں عوام کی بھلائی ہو لیکن خود غرضیوں میں گرفتارہوکر سیاست دان عوام کےلئے دکھ کا باعث بن جاتے ہیں۔سائنس دان جو بہترین قسم کےدماغ رکھتے ہیں۔ جنہوں نے انسانوں کے فائدے کےلئے بےشمارچیزیں ایجاد کی ہیں۔ لیکن گناہ نے اُن کے دل ودماغ پرایسا اثرڈال دیا ہے۔ کہ جب دنیا غیر مہذب تھی۔ اُس وقت توانسان دوسرے انسان کو لاٹھی اورپتھر سے ہی مارسکتا تھا۔ لیکن آج سائنس دانوں نے ایسے مہلک ہتھیار تیارکرلئے ہیں ۔ کہ اس مہذب زمانہ میں ایک ہی انسان کروڑوں

انسانوں کو چند ہی لمحوں میں ختم کرسکتا۔ گناہ طبعیت
میں غالب ہوتا ہے جس کا اظہار تین طریقوں سے ہوتا ہے۔

۱۔اعمال سے ۔ یعنی انسان اپنی گناہ آلودہ طبیعت کا
اظہار اپنے بُرے کاموں میں کرتا ہے۔ سب مذاہب اس بات
پرزور دیتے ہیں۔ کہ انسان کے کام نیک ہونے چاہئیں۔ لیکن
مسیحی مذہب اس بات پزور دیتا ہے کہ کاموں کا چشمہ
جو دل ہے۔ وہ پاک ہونا چاہیے ۔ کیونکہ انسان اپنے کاموں میں
آزاد نہیں۔ بلکہ اپنی طبیعت میں آزاد ہے۔کام کرنے کے لئے
بیرونی حالات کا موافق ہونا مزدوری ہے۔ ایک شخص میں
چوری کی طبیعت ہے لیکن چوری کرنے کے لئے حالات موافق
ہونے چاہیے۔ جب تک حالات ایسے نہ ہوں کہ وہ چوری
نہیں کرسکتا۔ اورچوری کے بعد چوری کرنے کا ثبوت ہوجائے
تو وہ چور ہے۔لیکن خدا کی نظر میں وہ چوری کا فعل کرنے سے
پہلے بھی چور ہے۔ اسی لئے گناہ دل میں غالب ہے۔جس کا
اظہار اعمال میں ہوتا ہے ۔ اگر دل میں چوری کا پاپ نہیں تو
وہ چوری کر نہیں سکتا۔

زبان سے ۔"کامل شخص وہ ہے ۔ جو باتوں میں خطا نہ
کرے" اگر کسی آدمی کے اعمال اچھے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن
زبان سے گالی دیتا ہے ۔چغلی کرتا ہے تو بھی وہ خدا کی نظر میں
پاپی ہے۔ کیونکہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کا دل پاپی
ہے۔ جیسے کا اظہار وہ لفظوں میں کرتا ہے۔

۳۔خیال سے : بُرے خیال انسان کسی کے ذہنی
خیالات کو نہیں جان سکتا اس لئے ممکن ہے کہ وہ ایسے آدمی
کو جس کے دل کے خیال بُرے ہیں۔ ایک اچھا آدمی سمجھ
لے۔ لیکن خدا جو دل کے خیالات کو جانتا ہے اُسے کوئی آدمی
دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اُس کی نظر میں وہ شخص پاپی ہے۔
جس کی طبیعت میں پا ہے بائبل مقدس میں آیا ہے۔ یعقوب
۲باب ۱۰تا ۱۱"کیونکہ جس نے شریعت پر عمل کیا اورایک ہی
بات میں خطا کی وہ سب باتوں میں قصوروار ٹھہرا۔(۱۱) اس
لئے کہ جس نے یہ فرمایا کہ زنا نہ کر اسی نے یہ بھی فرمایا کہ
خون نہ کر، پس اگر تم نے زنا تو نہ کیا مگر خون کیا تو بھی تم
شریعت کا عدول کرنے والے ٹھہرے "۔ پس کون سا ایسا
انسان ہے جس نے ایک بھی گناہ نہیں کیا۔ پس تمام انسان گناہ

میں گرفتار ہیں جس کی تصدیق انجیل مقدس کرتی ہے۔ رومیوں باب ۳آیت ۱۰تا ۱۸: چنانچہ لکھا ہے کہ

کوئی سچا نہیں، ایک بھی نہیں
کوئی سمجھ دار نہیں ۔
کوئی پروردگار کا طالب نہیں۔
سب گمراہ ہیں سب کے سب نکمے بن گئے ۔
کوئی بھلائی کرنے والا نہیں۔ ایک بھی نہیں۔
ان کا گلا کھلی ہوئی قبر ہے۔
انہوں نے اپنی زبانوں سے فریب دیا۔
ان کے ہونٹوں میں سانپوں کا زہر ہے۔
ان کا منہ لعنت اورکڑواہٹ سے بھرا ہے۔
ان کے قدم خون بہانے کے لئے تیزرو ہیں۔
ان کی راہوں میں تباہی اوربدحالی ہے۔
اوروہ سلامتی کی راہ سے واقف نہ ہوئے ۔
ا ن کی آنکھوں میں پروردگار کا خوف نہیں"۔ پس جب انسان کی ایسی حالت ہے ۔ تواس سے چھٹکارہ کیونکر ممکن ہے؟ چھٹکارے کے متعلق کئی ایک فلسفے بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ نیک کام کرنے سے نجات ملتی ہے۔ لہذا نیک کام کرنے پر زور دیا جاتا ہے ۔ لیکن نیک اعمال اپنی ذات میں ضروری ہیں۔ نجات کا مطلب ہی بُرے کاموں میں بُری طبیعت سے چھٹکارا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ جونیک کام کسی آدمی نے کئے وہ کرنے تو ضروری تھے۔ اُس نے فرض پورا کیا۔ لیکن اگرایک ہی عملاً ، قولاً، خیالاً گناہ ہوگیا۔ تواُس کا کیا علاج ہے۔ یہ ضروری ہے کہ آدمی بیمار نہ ہو۔ لیکن اگر بیمار ہو جائے توپھر اُس کا علاج ضروری ہے۔ اگرایک آدمی ملک کے سارے قانون پر عمل کرے لیکن قانون ایک دفعہ توڑدے تو وہ مجسٹریٹ کے سامنے یہ صفائی نہیں پیش کرسکتا کہ میں نے سارے قانون پر عمل کیا ہے۔ لہذا اُن اعمال کی وجہ سے میرا یہ چوری کرنے کا جرُم نظر اندازکردیا جائے۔ مجسٹریٹ یہ جواب دے گا۔ باقی قانون کو ماننا تو تمہارے لئے ضروری تھا۔ لیکن جواب طلبی توتمہاری اس بات کےلئے ہے کہ تم نے قانون کو ایک دفعہ توڑا ہے۔ جس کی سزا تمہیں برداشت کرنی ہوگی ۔ اسی طرح نیک کام کرنے اپنی ذات میں ضروری ہے۔ لیکن نیک کاموں سے نجات نہیں ملتی۔ خدا کی نظر میں

نیک کام وہ ہیں جونیک طبیعت سے ہوتے ہیں۔ اورچونکہ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں۔ جونیکی ہی نیکی کرے اوربدی نہ کرے۔ جس کی طبیعت ایسی پاک ہو۔ جیسے خدا کی طبیعت پاک ہے ۔لہذا کوئی آدمی نیک کاموں سے نجات نہیں پاسکتا۔

۲۔ علم ۔ یاشریعت سے نجات مل سکتی ہے۔ بعض لوگوں کا فلسفہ یہ ہے کہ اگرآدمی کو علم یا الہیٰ روشنی مل جائے تو کیا وہ نجات پاسکتا ہے لیکن نجات کا علم اوربات ہے۔ نجات کا حصول اوربات ہے۔ گناہ کا علم اوربات ہے۔ لیکن گناہ سے چھٹکارہ اوربات ہے۔علاج کے علم اورعلاج کے کرنے میں بڑافرق ہے۔ مثال کے طورپر ایک آدمی ملیریا کا مریض ہے۔ اگر وہ ملیریا کی مرض کے متعلق یہ جان جائے۔ کہ یہ جراثیم سے ہوتا ہے ۔ تواس کا بیماری کے متعلق یہ علم اُسے بیماری سے نہیں چھڑاسکتا۔ اسی طرح اگر اُسے یہ علم ہوجائے کہ یہ جراثیم کونین سے مرجاتے ہیں۔ لیکن خود کو نین استعمال نہ کرے تو تندرست نہیں ہوسکتا۔ علاج کا علم اُسے تندرست نہیں کرسکتا۔اسے کونین استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح محض گناہ کا علم یا گناہ کے علاج کا علم انسان کو گناہ سے چھڑانہیں سکتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ گناہ ہوتا ہی گیان یا شریعت کے بعد ہے۔ اگرکسی کو یہی علم نہیں کہ فلاں کام کرنا گناہ ہے۔ تو وہ کام اُس شخص کےلئے گناہ ہیں۔ معصوم بچہ اگرکسی کی داڑھی پکڑلے تویہ اُس کے لئے معیوب فعل نہیں۔ اسی لئے انجیل مقدس میں آیا ہے۔ رومیوں باب ۴آیت ۱۵: جہاں شریعت نہیں وہاں حکم عدولی بھی نہیں۔ اس لئے رومیوں ۳باب آیت ۲۰" شریعت کےوسیلے سے گناہ کی پہچان ہوتی ہے" جیسے ایکسرے سے بگاڑکا پتہ لگ جاتا ہے۔ لیکن ایکسرے تپ دق کا علاج نہیں۔ اسی طرح دنیا کے تمام مذاہب پاپی انسان کا ایکسرے کردیتے ہیں۔ کہ وہ پاپی ہے یا نہیں۔ لیکن گناہ کے علم اورگناہ سے چھٹکارے میں فرق ہے۔ بیماری کا علم ضروری ہے۔ اسی طرح گیان ضروری ہے۔ لیکن علاج اُس سے زیادہ ضروری ہے اور وہ گناہ سے چھٹکارہ ہے۔ نیکی کا علم انسان کو نیک نہیں بنادیتا ۔ ورنہ آج دنیا میں کوئی بھی پاپی نہ ہوتا ۔ کیونکہ سب انسانوں کو نیکی کا علم ہے۔ اگرکسی آدمی کی پوشاک پر داغ ہوں اورجب تک وہ اندھیرے میں ہے وہ اپنے داغوں کو دیکھ نہیں سکیگا۔ لیکن

روشنی میں آنے سے اُسے اپنی پوشاک پر داغوں کا علم ہوجائے گا۔ لیکن روشنی داغوں کو دورنہیں کردیگی۔ اس کے لئے داغوں کو دورکرنے والی چیزاستعمال کرنی ضروری ہے۔

۳۔ بعض لوگوں کا فلسفہ یہ ہے کہ پہلے گناہوں کی سزا بھگت کرنجات حاصل ہوسکتی ہے۔

لیکن پہلے گنہگاروں کی سزا بھگت کرنجات حاصل کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ گناہ ایک نافرمانی ہے۔ اوریہ نافرمانی خدا کی بے حد ذات کے خلاف ہے۔ لہذا اس کی سزا بھی بے حد ہوگی۔ سزا محض فعل کے لحاظ سے نہیں ہوتی ۔ بلکہ اُس ذات کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے جس کے برخلاف فعل کیا ہے۔ ایک آدمی ایک معمولی آدمی کی بے عزتی کرتا ہے۔ پھر وہ کسی ملک کے سب سے بڑے حاکم کی بے عزتی کرتا ہے۔ دونوں جرموں میں سزا فرق فرق ہوگی ۔ اسی طرح سے گناہ جو ذاتِ خدا کے خلاف ہے اُس کی سزا بے حد ہوگی جس سے چھٹکارا ناممکن ہے۔

۲۔ جو لوگ اس فلسفہ کے قائل ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ " نجات صرف اچھے عمل کرکے ہی مل سکتی ہے۔ اورکرم یونی میں جہاں گناہ کی سزا ملتی ہے۔ وہاں گناہ کرنے کا پھر امکان رہتا ہے۔ لہذا کرم اوربھوگ دونوں کا سلسلہ لا متناہی ہوجاتا ہے ۔ بُرےکرموں کی وجہ سے جنم ملتا ہے۔ اس جنم میں آدمی پھر پاپ کرتا ہے۔ لہذا یہ بندھن قائم رہتا ہے اور نجات ناممکن ہے۔ہمیں دنیا میں کسی ایک آدمی کی مثال ایسی نہیں ملتی جس نے کرم یونانی میں قولاً ، فعلاً ، خیالاً کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ بلکہ یہ تو ایسا جیل خانہ معلوم ہوتا ہے جہاں پر قیدی اس لئے بھیجے جاتے ہیں۔ کہ اُن کے بُرے کاموں کی اُنہیں سزا دی جائے۔ لیکن وہ اس جیل خانے میں اوربھی جُرم کرتے ہیں۔ جہاں انسانوں نے ایسی جگہیں بنائی ہیں۔ جہاں مجرم انسانوں کی سزا دی جائے۔ وہاں اُنہوں نے ایسے انتظام کئے ہیں کہ قیدی وہاں جُرم نہ کرنے پائیں۔ لیکن یہ کیسا عجیب معلوم ہوتا ہے کہ جو جگہ یا حیثیت خدا نے پرانے کرموں کی سزا کے لئے مقررکر رکھی ہے ۔ وہاں مجرم انسان اور جرم کرسکتے ہیں۔

۴۔ ایک فلسفہ سیدنا مسیح نے بتایا ہے اورجو عقل کے مطابق صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اورانجیل مقدس اُس کی

تصدیق کرتی ہے۔ خدا میں دوخاص صفات ہیں۔ محبت اور پاکیزگی ۔محبت کا اظہار رحم میں اور پاکیزگی کا اظہار عدل میں۔ خدا کی ذات میں ان میں سے ایک صفت کے انکار سے خدا کا انکار لازم آتا ہے۔ اگرخدا میں محبت نہیں۔ تو وہ انسان سے محبت کا کیسے مطالبہ کرسکتا ہے۔ اگر اُس میں پاکیزگی نہیں تو انسان سے کیسے پاکیزگی کا مطالبہ کرسکتا ہے گناہ اور گناہ کی سزا لازم وملزوم ہونگے یا نہ ہونگے۔ اگر نہ ہولنگے۔ تو بغیر لزوم (لازم ہونے) کے سزا دینا باطل ہوگا۔اگر لازم وملزوم ہوں گے تو گناہ کا ہرجہ کہیں نہ کہیں ضرورپڑے گا۔ ہرجہ پڑنے کی چارصورتیں ممکن ہیں۔

۱۔ کچھ ہرجہ مجرم پر پڑے اورکچھ معاف کردیا جائے یہ نہ عدل ہوگا نہ رحم ۔کیونکہ جس جُرم کا ہرجہ پڑگیا وہاں عدل کا تقاضہ تو پورا ہوگیا۔ لیکن وہاں رحم کا تقاضہ تو پورا نہ ہوا۔ اورجو جرُم معاف کردیا گیا۔ وہاں رحم کا تقاضہ تو پورا ہوگیا۔ لیکن تقاضۂِ عدل پورا نہ ہوا۔

۲۔ پورے کا پورا ہرجہ ذات مجرم کو برداشت کرنا پڑے۔ تویہ عین عدل تو ہوگا۔ لیکن رحم کا انکارلازم آئے گا۔

۳۔ مجرم پر کوئی ہرجہ نہ پڑے۔ سب معاف کردیا جائے۔ اس میں رحم توپورا ہوگیا۔ لیکن عدل کا انکارلازم آئے گا۔ خدا جو کامل محبت اورکامل پاکیزگی ہے۔ کامل محبت ہونے کی وجہ سے وہ رحم کرتا ہے۔کامل پاکیزگی کی وجہ سے اُسے پاپ سے نفرت ہے۔ اس کی نفرت کا اظہار عدل میں ہوتا ہے ۔ پس وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ کہ وہ عدل کو نظر انداز کرکے صرف رحم ہی کرے یا رحم کو نظر اندازکرکے صرف عدل ہی کرے۔ پس ایک ہی صورت ممکن رہے گی۔

۴۔ عدل کی وجہ سے ہرجہ پورے کا پورا پڑے یہ عدل کا تقاضہ ہے۔ لیکن رحم کی وجہ سے بچ جائے ۔ ذات مجرم کے ذاتِ رحم ہرجہ کوبرداشت کرے یہ عین رحم ہے اس صورت میں خدا کی کامل محبت اورکامل پاکیزگی دونوں کام کرتی ہیں۔ یہی مسیحی فلسفہ ہے۔ ایک مجسٹریٹ جو عادل بھی ہے اورپُر محبت بھی ہے۔ وہ مجرم کو عدل کے تقاضہ کو پورا کرنے کےلئے جرمانہ کردیتا ہے ۔ پھر رحم کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اُس جرُمانے کی رقم کو اپنی جیب سے ادا کردیتا ہے۔ جب انسان کےلئے اپنی کوششوں سے نجات حاصل کرنا

ناممکن ہے تواب یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ کیا وہ ہمیشہ کےلئے پاپوں ہی میں پھنسا رہے۔ پھرنجات کون پاسکتا ہے" یہ انسان سے تو ہو نہیں سکتا۔ لیکن خدا سے سب کچھ ہوسکتا ہے"(ا) تونجات دینا خدا کی ذمہ داری ہے۔ اگر انسان خود نجات پانہیں سکتا اورنجات دینے کی خدا کی ذمہ داری نہیں۔ تواس میں دودقتیں ہونگی۔

۱۔ انسان کےلئے نجات حاصل کرنا ناممکن ہوگا۔

۲۔ اگرخدا انسان کو ایسی ہی حالت میں رہنے دے۔ تو خدا کی محبت کا انکار لازم آئے گا۔ اوراگر خدا میں محبت نہیں تو وہ خدا خدا کہلانے کا مستحق نہیں۔ تونجات دینا اُس خدا کی ذمہ داری ہے۔ اس کی تصدیق میں کئی ایک ثبوت ملتے ہیں۔ اورفطرت میں ہمیں ثبوت ملتا ہے۔ ۱۔ فطرت جو خدا کی طبیعت کا اظہار ہے۔ اُس کی گواہی یہ ہے کہ جب انسانی جسم پر کوئی نہ خم لگ جاتا ہے تویہ زخم چاہے کسی حادثہ سے ہو۔ فطرت خود ہی اُس کا علاج شروع کردیتی ہے۔ خود جسم ہی میں ایسے جراثیم ہیں۔ جو صحت کےجراثیم ہیں وہ زحم کا علاج کرنا شروع کردیتے ہیں۔ دوائیاں بیرونی جراثیم سے بچاتی ہے۔ لیکن زخم اندرونی علاج سے ہی مندمل ہوجاتا ہے اگر ہڈی ٹوٹ جاتی ہے تو جوڑ لگنے کا کام خود بخود شروع ہوجاتا ہے۔ ڈاکٹر صرف ہڈی کو سیدھا کرتا ہے۔ لیکن ہڈی کا جوڑ فطرت لگاتی ہے۔ جب کسی بیماری کے جراثیم کسی آدمی پرحملہ کرتے ہیں۔ توبغیراُس آدمی کے علم کے اُس آدمی کے اپنے قصحت کے سیل (جراثیم) اُن بیماری کے جراثیم کا مقابلہ کرتے ہیں۔ فطرت میں بھی بگاڑکا علاج دکھائی دیتا ہے۔ بچہ چاہے اپنی نافرمانی کی وجہ سے اپنی ہڈی توڑے۔ توبھی فطرت اُس ٹوٹی ہوئی ہڈی کے جوڑنےکا عمل شروع کردیتی ہے۔ تو فطرت خدا کی طبیعت کا اظہار ہے۔ تو جب فطرت بگاڑکا علاج کرتی ہے۔ تو کیا یہ خدا کی ذمہ داری نہیں کہ وہ انسان کے آتمک بگاڑکا علاج کرے۔ اگربچہ نافرمانی کی وجہ سے درخت سے گرکر چوٹ لگائے۔ توکونسان ایسا باپ ہے جوبیٹے کواُس درد ناك حالت میں اس لئے پڑا رہنے دے کہ اُس نے اُس کی حکم عدولی کی ہے۔ باپ کی محبت یہ کبھی گوارہ نہیں کرسکتی کہ وہ زخمی بیٹے کے پاس کھڑا ہوکر یہ کہے کہ یہ تمہاری نافرمانی کی سزا ہے کہ تمہاری ہڈی ٹوٹ گئی۔

لہذا تم اب ایسی ہی حالت میں پڑے رہو"۔ کیونکہ آدمی جو کچھ بوتا ہے وہی کاٹتا ہے "۔ میں تمہاری مدد نہیں کروں گا۔ لیکن باپ کی محبت کا تقاضہ یہ ہے۔ کہ وہ بیٹے کو اٹھاکر اُس کا علاج کروائے۔ تو خدا جس کی محبت انسانی باپ کی محبت سے بہت زیادہ ہے۔کیا اُس کی گناہ میں گرفتار انسان کےلئے کوئی ذمہ داری نہیں ۔ جس خدا نے جسم کے بگاڑ کے علاج کےلئے فطرت میں علاج رکھا ۔ اس نے خدا کی انسان کے آمتک بگاڑ کو دورکرنے کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ ۲۔ انسان پیدائش سے پڑھا لکھا پیدا نہیں ہوتا بلکہ جاہل پیدا ہوتا ہے۔ لیکن خدا نے اُستاد ایک وسیلہ پیدا کردیا ہے تاکہ اُس کی جہالت دورہو۔ اوروہ علم حاصل کرسکیں۔اسی طرح انسان آتمک طورپر آگیانی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن خدا نے ایسا انتظام کر رکھا ہے۔ کہ انسان کوآتمک گیان حاصل ہوجائے توجب خدا کی یہ ذمہ داری ہے کہ جہالت کو دورکرنے کےلئے استاد مہیا کرے تو کیا خدا کی یہ ذمہ داری نہیں کہ انسان کو پاپ سے چھٹکارا دینے کےلئے نجات کا انتظام کرے۔

۳۔ بچہ اپنی پرورش آپ نہیں کرسکتا۔اُس کی پرورش کےلئے والدین ذمہ دارہیں۔ توجب بچہ فطرتاً طورپر ایسی حالت میں پیدا ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کی امداد کے بغیر سن بلوغت تک نہیں۔ پہنچ سکتا۔ اس لئے فطرت میں ایسا نظام موجود ہے جو اُس کی پرورش کرے۔ محتاج بچے کی احتیاج کو پورا کرنے کےلئے خدا نے والدین کا وسیلہ رکھا ہے۔ تو خدا بچے کی پرورش کےلئے وسائل بہم پہنچاتا ہے۔ کیونکہ ان وسائل کے بغیربچہ کی پرورش نہیں ہوسکتی توکیا اُسی خدا کی یہ ذمہ داری نہیں۔ کہ جب انسان اپنی کوشش سے نجات نہیں پاسکتا۔ تو خدا اُس کو نجات دینے کا انتظام کرے۔

۴۔جسمانی بگاڑ یعنی بیماریوں کے علاج کےلئے خدا نے انسان کو ایسی سمجھ بخشی کہ حکیم اور ڈاکٹروں نے بیماریوں کے علاج کرلئے۔ اور خدا نے فطرت میں ایسی چیزیں پیدا کردیں۔ جن سے بیماریوں کا علاج ہوسکے۔اگر خدا حکیم اور ڈاکتر بننے کی سمجھ نہ دیتا اور دنیا میں ادویات کےلئے چیزیں پیدا نہ کرتا۔ تو انسان محض اپنی کوشش سے کسی بیماری سے بھی شفا نہ پاسکتا۔ توجس خدا نے فطرت

میں انسان کی جہالت کو دور کرنے کے لئے استاد دیئیے۔ آتمک جہالت کو دور کرنے کے لئے مذہبی کتابیں دیں۔ اور انسانی بچہ کی پرورش کے لئے مددگار دئیے۔ انسان کے جسمانی بگاڑ کو دور کرنے کے لئے شفا کے وسیلے (ڈاکٹر اور ادویات) دئیے۔ توکیا اس خدا کی بڑی ذمہ داری یہ نہیں کہ انسان کے آتمک بگاڑ کو دور کرنے کے لئے آتمک حکیم کا انتظام کرے۔ اگر کسی بیمار بچے کا باپ حکیم ہو۔ توحکیم ہونے کی وجہ سے وہ بچے کے جسمانی بگاڑ (بیماری) سے نفرت کریگا لیکن باپ ہونے کی وجہ سے بچے سے پیار کرے گا۔ اگر وہ بچے کا علاج نہ کرے۔ تو دوباتوں میں سے ایک بات ثابت ہوگی۔ یا تو وہ اپنے بچے کا علاج کرنانہیں چاہتا۔ اس سے اس کی اپنے بیٹے سے محبت کا انکار لازم آئے گا۔ یا یہ کہ وہ علاج کرنا چاہتا ہے لیکن کر نہیں سکتا۔ اس سے اُس کی قدرت کا انکار لازم آئے گا۔ خدا جو کہ باپ بھی ہے اور قادر بھی ہے۔ باپ ہونے کی وجہ سے وہ علاج کئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اور قادر ہونے کی وجہ سے وہ علاج کرسکتا ہے۔ اگر خدا پُر محبت نہیں تو خدا ہونے کا مستحق نہیں۔ اگر قادر نہیں۔ تو محتاج بھی خدا کہلانے کا مستحق

نہیں۔ پس جب وہ پُر محبت بھی ہے اور قادر بھی ہے۔ توگنہگار انسان جو گناہ سے اپنی کوشش سے چھوٹ نہیں سکتا اُس کو آتمک بگاڑ سے چھٹکارا دینا پرُمحبت اور قادر خدا کی ذمہ داری ہے۔ اسی لئے سیدنا مسیح نے جو مجسم خدا ہے آتمک حکیم ہونے کا دعویٰ کیا۔ اُس نے کہا " تندرستوں کو حکیم درکار نہیں۔ بلکہ بیماروں کو میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو توبہ کے لئے بلانے آیا ہوں۔ اس دعویٰ میں وہ لاثانی ہے۔ کس اور نے نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اُسے گناہ سے نفرت ہے۔ لیکن گنہگار انسان سے پیار ہے۔ جیسے باپ کو بیمار بیٹے سے پیا رہوتا ہے۔ لیکن اُس کی بیماری سے نفرت ہوتی ہے۔ اوراسی وجہ سے باپ کو بیمار بیٹے کی بیماری سے قلبی دکھ ہوتا ہے۔ اس طرح سے خدا کو انسان سے پیار ہے۔ لیکن گناہ جو انسان کا آتمک بگاڑ ہے۔ اُس سے نفرت ہے لہذا انسانوں کو گناہ میں گرفتار دیکھ کر خدا کو دکھ ہوتا ہے۔ کسی باپ کا ایک بیٹا بیمار ہوجائے تو اُسے کتنا دکھ ہوتا ہے۔ لیکن اگر سارے ہی بیٹے بیمار ہوجائیں تو کتنا زیادہ دکھ ہوگا۔ اسی طرح خدا جو بے حد پاک ہے اورجس کا

احساس بھی بے حد ہے جب اُس کے بیشمار بیٹے گناہ میں گرفتار ہوگئے تو اسے کس قدر دکھ ہوا ہوگا ۔ بیماری کے دُور کرنے کا یہ کوئی طریقہ نہیں کہ بیمار بیٹے کو ماردو۔ نہ بیٹا رہا نہ بیماری ہی۔ اسی طرح سے گناہ کو دورکرنے کا یہ کوئی طریقہ نہیں۔ کہ گنہگار کو ختم کردیا جائے تاکہ نہ گنہگار رہے اور نہ گناہ۔ علاج یہ ہے کہ گناہ ختم کیا جائے۔ تاکہ گنہگار پاک بن جائے۔ انسان کے گناہ کرنے سے خدا کو جو دکھ ہوا اس کا بیان خدا کی طرف سے انسانی بولی میں بائبل مقدس میں یوں کیا گیا ہے" میں نے ایک نافرمان اورحجتی قوم کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے کھڑا رہا " اور کہا" ماں دودھ پیتے بچے کو بھول جائے بھول جائے لیکن میں کبھی نہیں بھولوں گا"۔

لیکن انسان خدا کے اس بے حد دکھ کو جو اُس کے گناہ کرنے سے خدا کو ہوتا ہے نہ سمجھ سکا۔ تب خدا کا وہی باطنی دکھ سیدنا مسیح کی زندگی میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ یروشلیم پر رویا اوریہ بھی کہا " اے عورتو! میرے لئے نہ روؤ تب وہ دکھ سیدنا مسیح کی صلیب میں مجسم ہوتا ہے۔ اور سیدنا مسیح کا مصلوب ہونا خدا کے بے حد پوشیدہ دکھوں کا تجسم ہے۔انسان کے پاپ کرنے سے خدا کو جو باطنی دکھ ہوتا ہے وہ سیدنا مسیح کے صلیبی دکھ میں مجسم دکھائی دیتا ہے لوقا باب ۲۳آیت ۲۳تا ۴۸" مگروہ چلا چلا کرسر ہوتے رہے کہ وہ مصلوب کیا جائے اوران کا چلا نا کارگر ہوا۔ پس پیلاطس نے حکم دیاکہ ان کی درخواست کے موافق ہو۔اور جو شخص بغاوت اورخون کرنے کے سبب سے قید میں پڑا تھا اورجسے انہوں نے مانگا تھا اسے چھوڑدیا مگرآپ کو ان کی مرضی کے موافق سپاہیوں کے حوالہ کیا۔اورجب آپ کو لئے جاتے تھے تو انہوں نے شمعون نام ایک کرینی کو جو دیہات سے آتا تھا پکڑکر صلیب اس پر لادی کہ آپ کے پیچھے پیچھے لے چلے ۔

اورلوگوں کی ایک بڑی بھیڑاوربہت سی عورتیں جوآپ کے لئے روتی پیٹتی تھیں آپ کے پیچھے پیچھے چلیں۔ آپ نے ان کی طرف پھر فرمایا اے یروشلم کی بیٹیو! میرے لئے نہ رو بلکہ اپنے اوراپنے بچوں کے لئے رو۔ کیونکہ دیکھو وہ دن آتے ہیں جن میں کہیں گے کہ باعث۔برکت ہیں بانجھیں اوروہ رحم جو بارورنہ ہوئے اوروہ چھاتیاں جنہوں نے دودھ نہ پلایا۔ اس

وقت وہ پہاڑوں سے کہنا شروع کریں گے کہ ہم پر گر پڑو اور ٹیلوں سے کہ کہیں چھپالو۔ کیونکہ جب ہر درخت کے ساتھ ایسا کرتے ہیں تو سوکھے کے ساتھ کیاکچھ نہ کیا جائے گا۔ اوروہ دو اورآدمیوں کو بھی جو بدکار تھے لئے جاتے تھے کہ آپ کے ساتھ قتل کئے جائیں۔ جب آپ اس جگہ پہنچے جسے کھوپڑی کہتے ہیں تو وہاں آپ کو مصلوب کیا اوربدکاروں کو بھی ایک کو دہنی اور دوسرے کو بائیں طرف ۔ سیدنا عیسیٰ نے فرمایا: اے پروردگارکو معاف فرمادیجئے کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیاکرتے ہیں۔ اورانہوں نے آپ کے کپڑوں کے حصے کئے اور ان پر قرعہ ڈالا۔ اورلوگ کھڑے دیکھ رہے تھے اورسرداربھی ٹھٹھے مارمارکر کہتے تھے کہ اس نے اوروں کو بچایا ۔ اگر یہ پروردگارکا مسیح موعود اوراس کا محبوب ہے تو اپنے آپ کو بچائے ۔ سپاہیوں نے بھی پاس آکر اورسرکہ پیش کرکے آپ پر ٹھٹھا مارا اور کہا کہ (۳۷) اگرتم یہودیوں کے بادشاہ ہو تو اپنے آپ کو بچاؤ۔ (۳۸)اورایک نوشتہ بھی آپ کی صلیب پر لگایا دیا کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے۔

پھر جو بدکارصلیب پر لٹکائے گئے تھے ان میں سے ایک آپ کو یو ں طعنہ دینے لگا کہ کیا تم مسیح نہیں؟ تو اپنے آپ کو اور ہمیں بچاؤ۔ مگر دوسرے نے اسے جھڑک کر جواب دیا کہ تم پروردگار سے بھی نہیں ڈرتے حالانکہ اسی سزا میں گرفتار ہو؟ اور ہماری سزا تو واجبی ہے کیونکہ اپنے کاموں کابدلہ پارہے ہیں لیکن اس نے کوئی بے جا کام نہیں کیا۔ پھراس نے آپ سے کہا عیسیٰ ناصری جب آپ اپنی بادشاہی میں آئے تو مجھے یاد رکھیئے گا۔ آپ نے اس سے فرمایا میں سے کہتا ہوں کہ آج ہی تم میرے ساتھ جنتِ فردوس میں ہوگے۔ پھر دوپہر کے قریب سے تیسرے پہرتک ملک میں اندھیرا چھایا رہا ۔ اور سورج کی روشنی جاتی رہی اوربیت اللہ کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا۔ پھر آپ نے بڑی آواز سے پکارکر فرمایا اے پروردگار میں اپنی روح آپ کے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اوریہ کہہ کر شہید ہوگئے ۔ یہ ماجرا دیکھ کر صوبہ دار نے پروردگارکی تمجید کی اور کہا بیشک یہ آدمی پارسا تھا ۔ اورجتنے لوگ اس نظارہ کو آئے تھے یہ ماجرا دیکھ کرچھاتی پیٹتے ہوئے لوٹ گئے ۔

اب سیدنا مسیح میں نجات کا مکمل انتظام کردیا گیا ہے۔ بیماری کا مکمل علاج یہ ہے کہ جو اثرات بیماری کے جسم میں پیدا ہوگئے ہیں وہ جاتے رہیں۔ آئندہ کے لئے ایسی طاقت مل جائے جو بیماری کے جراثیم پر فتح پاسکے۔ سیدنا مسیح نے جو نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۔ اس نے آتمک بگاڑ سے چھڑانے کے لئے یہی کام کیا۔ پہلا کام پرانے گناہ مٹادینا۔ ۱یوحنا باب ۱آیت ۹" اگر اپنے گناہوں کا اقرارکریں تو وہ ہمارے گناہوں کے معاف کرنے اورہمیں ساری ناراستی سے پاک کرنے میں سچا اورعادل ہے" جسے مسیحی علم الٰہیٰ میں تصدیق کہا جاتا ہے۔ یعنی بگاڑ دیا گیا ۔ دوسرا کا م بیمار کو تندرست ٹھہرا دیا گیا ۔اُسے آتمک طورپر پاک قراردے دیا گیا۔ جسے مسیحی علم الٰہیٰ میں تقدیس کہا جاتا ہے۔ "اگرچہ ہمارے گناہ قرمزی ہوں وہ بُرف کی مانند سفید کردئیے جائیں گے۔ میں تمہاری خطاؤں کو یاد نہ کرونگا"۔ ایسا پاک ٹھہرادیتا ہے جیسے اُس نے گناہ ہی نہیں کیا۔ کامل تندرست بنادیتا ہے۔

۳۔ وہ نیا بتادیتا ہے۔جسے مسیحی علم الٰہیٰ میں متبنی کہا جاتا ہے۔ یعنی بیٹا بنالیا" ابا یعنی اسے باپ کہہ کر پکارتے ہیں" انجیل مقدس میں اس تجربہ کو کئی ایک الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔نئی پیدائش جب تک نئے سرے سے پیدا نہ ہو" خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا" پاک روح حاصل کرنا۔ ططس باب ۳آیت ۵" تو اُس نے سبھوں کو نجات دی مگر راستبازی کے کاموں کے سبب سے نہیں جو ہم نے خود کئے ۔ بلکہ اپنی رحمت کے مطابق نئی پیدائش کے غسل اور روح القدس کے ہمیں نیا بنانے کے وسیلہ سے ۔ نیا مخلوق ،مسیح میں نیا مخلوق ۔ پرانی چیزیں جاتی رہیں۔دیکھو وہ نئی بن گئیں۔ درخت میں ایک پیوند لگادیا جاتا ہے۔ جس سے اس کی نیچر بدل جاتی ہے ۔ کھٹے کے پودے میں سنگترے کا پیوند لگانے سے کھٹے کی نیچر بدل جاتی ہے۔ اوراُس میں بجائے کھٹے پھل کے میٹھے پھل لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح سیدنا مسیح کو ایمان سے قبول کرلینے سے وہ دل میں آجاتا ہے اورانسان کی نیچر بدل جاتی ہے"۔ ایمان کے وسیلے سے مسیح تمہارے دلوں میں سکونت کرے "۔ خدا نیا روح انسان میں ڈال

دیتا ہے ۔ جس سے انسان کی نیچر بدل جاتی ہے۔ یہی مکمل نجات ہے۔ اورانسان جو نجات کا محتاج ہے۔ اُس کی احتیاط کو رفع کرنے کےلئے صرف سیدنا مسیح نے ہی نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ کیا ۔ اورکسی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ لہذا وہ اس دعوے کے لحاظ سے لاثانی ہے۔

۱۔ سیدنا مسیح نے تیسرا دعویٰ یہ کیاکہ وہ مرکر تیسرے دن مردوں میں سے زندہ ہوگیا۔ وہ انسان کی قیامت (دوبارہ زندہ ہوجانے) کی اُمید ہے۔ ۱کرنتھیوں باب ۱۵آیت ۳ سے ۵۸" اوردفن ہوئے اورتیسرے دن کلامِ الہیٰ کے مطابق جی اٹھے۔ اورکیفا اوراس کے بعد ان بارہ کو دکھائی دیئے۔ پھر پانچ سو سےزیادہ بھائیوں کوایک ساتھ دکھائی دیئے۔ جن میں سے اکثر اب تک موجود ہیں اور بعض سوگئے ۔پھر حضرت یعقوب کو دکھائی دئیے ، پھر سب رسولوں کو اورسب سے پیچھے مجھ کو جو گویا ادھورے دنوں کی پیدائش ہوں دکھائی دیئے۔ کیونکہ میں رسولوں میں سب سے چھوٹا ہوں بلکہ رسول کہلانے کے لائق نہیں اس لئے کہ میں نے پروردگارکی جماعت کو ستایا تھا۔ لیکن جو کچھ ہوں پروردگارکی مہربانی سے ہوں اوران کی مہربانی جو مجھ پر ہوئی وہ بے فائدہ نہیں ہوئی بلکہ میں نے ان سب سے زیادہ محنت کی اورمیری طرف سے نہیں ہوئی بلکہ پروردگارکی مہربانی سے جو مجھ پر تھی۔ پس خواہ میں ہوں خواہ وہ ہوں ہم یہی تبلیغ کرتے ہیں اوراسی پر تم ایمان بھی لائے۔ پس جب سیدنا عیسیٰ مسیح کی یہ تبلیغ کی جاتی ہے کہ وہ مردوں میں سے جی اٹھے توتم میں سے بعض کس طرح کہتے ہیں کہ مردوں کی قیامت ہے ہی نہیں۔ اگر مردوں کی قیامت نہیں تو سیدنا عیسیٰ مسیح بھی نہیں جی اٹھے۔اور اگر سیدنا عیسیٰ مسیح نہیں جی اٹھے تو ہماری تبلیغ بھی بے فائدہ ہے اورتمہارا ایمان بھی بے فائدہ۔ بلکہ ہم پروردگارکے جھوٹے گواہ ٹھہرے کیونکہ ہم نے رب العالمین کی بابت یہ شہادت دی کہ انہوں نے سیدنا عیسیٰ مسیح کو زندہ کیا حالانکہ نہیں جلایا اگربالفرض مردے نہیں جی اٹھتے۔اوراگر مردے نہیں جی اٹھتے تو سیدنا عیسیٰ مسیح بھی نہیں جی اٹھے ۔ اوراگرسیدناعیسیٰ نہیں جی اٹھے تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے تم اب تک اپنے گناہوں میں گرفتارہو۔ بلکہ جو سیدنا مسیح میں سوگئے ہیں وہ بھی ہلاک ہوئے۔

اگرہم صرف اسی زندگی میں سیدنا مسیح میں امید رکھتے ہیں تو سب آدمیوں سے زیادہ بد نصیب ہیں۔
لیکن فی الواقع سیدنا مسیح مردوں میں سے جی اٹھے ہیں اورجو سوگئے ہیں ان میں پہلا پھل ہوئے ۔ کیونکہ کہ جب آدمی کے سبب سے موت آئی تو آدمی ہی کے سبب سے مردوں کی قیامت بھی آئی۔ اورجیسے آدم میں سب مرتے ہیں ویسے ہی سیدنا عیسیٰ مسیح میں سب زندہ کئے جائیں گے ۔ لیکن ہر ایك اپنی اپنی باری سے ۔پہلا پھل سیدنا مسیح، پھرسیدنا مسیح کے آنے پر ان کے لوگ ۔ اس کے بعد آخرت ہوگی۔ اس وقت وہ ساری حکومت اور سارا اختیار اور قدرت نیست کرکے بادشاہی کو پروردگار کے حوالہ کردیں گے ۔ کیونکہ جب تك کہ وہ سب دشمنوں کو اپنے پاؤں تلے نہ لے آئیں ان کو بادشاہی کرنا ضرور ہے ۔ سب سے پچھلا دشمن جو نیست کیا جائے گا وہ موت ہے۔ کیونکہ پروردگار نے سب کچھ ان کے پاؤں تلے کردیا ہے مگرجب وہ فرماتے ہیں کہ سب کچھ ان کے تابع کردیا گیا تو ظاہر ہے کہ جس نے سب کچھ ان کے تابع کردیا وہ الگ رہے۔ اورجب سب کچھ ان کے تابع ہوجائے گا تو ابن اللہ خود ان کے تابع ہوجائیں گے جس نے سب چیزیں ان کے تابع کردیں تاکہ سب میں پروردگار ہی سب کچھ ہو۔
ورنہ جو لوگ مردوں کے لئے اصطباغ لیتے ہیں وہ کیا کریں گے ؟ اگر مردے جی اٹھتے ہی نہیں تو پھر کیوں ان کے لئے اصطباغ لیتے ہیں ؟ اورہم کیوں ہر وقت خطرہ میں پڑے رہتے ہیں ؟ اے دینی بھائیو! مجھے اس فخر کی قسم جو ہمارے آقا ومولا سیدنا عیسیٰ مسیح میں تم پر ہے میں ہر روز مرتا ہوں۔ اگر میں انسان کی طرح افسس میں درندوں سے لڑا تو مجھے کیا فائدہ ؟ اگرمردے نہ زندہ کئے جائیں گے تو آؤ کھائیں پیئں کیونکہ کل تو مرہی جائیں گے ۔ فریب نہ کھاؤ، بُری صحبتیں اچھی عادتوں کو بگاڑ دیتی ہیں۔ سچ ہونے کے لئے ہوش میں آؤ اورگناہ نہ کروکیونکہ بعض پروردگار سے ناواقف ہیں۔ میں تمہیں شرم دلانے کو یہ کہتا ہوں ۔اب کوئی یہ کہے گا کہ مردے کس طرح جی اٹھتے ہیں اورکیسے جسم کے ساتھ آتے ہیں ؟ اے نادان! تم خود جوکچھ بوتے ہو جب تك وہ نہ مرجائے زندہ نہیں کیا جاتا ۔ اورجو تم بوتے ہو یہ وہ جسم نہیں جو پیدا ہونے والا ہے بلکہ صرف دانہ ہے ۔خواہ گیہوں

کا خواہ کسی اورچیز کا ۔ مگر پروردگار نے جیسا ارادہ کرلیا ویسا ہی اس کو جسم دیتے ہیں اورہرایک بیج کو اس کا خاص جسم۔ سب گوشت یکساں گوشت نہیں بلکہ آدمیوں کا گوشت اور ہے۔ چوپایوں کا گوشت اور۔ پرندوں کا گوشت اور ہے مچھلیوں کا گوشت اور۔ آسمانی بھی جسم ہیں اورزمینی بھی مگر آسمانیوں کی بزرگی اور ہے زمینیوں کی اور۔آفتاب کی بزرگی اور ہے مہتاب کی بزرگی اور۔ستاروں کی بزرگی اورکیونکہ ستارے ،ستارے کی بزرگی میں فرق ہے۔ مردوں کی قیامت بھی ایسی ہی ہے۔جسم فنا کی حالت میں بویا جاتا ہے اوربقا کی حالت میں جی اٹھتا ہے ۔بے حرمتی کی حالت میں بویا جاتا ہے اوربزرگی کی حالت میں جی اٹھتا ہے ۔ کمزوری کی حالت میں بویا جاتا ہے اورقوت کی حالت میں جی اٹھتا ہے ۔ نفسانی جسم بویا جاتا ہے اورروحانی جسم جی اٹھتا ہے ۔ جب نفسانی جسم ہے تو روحانی جسم بھی ہے ۔ چنانچہ لکھا بھی ہے کہ پہلا آدمی یعنی آدم زندہ نفس بنا۔پچھلا آدم زندگی بخشنے والی روح بنا۔ لیکن روحانی پہلے نہ تھابلکہ نفسانی تھا۔ اس کے بعد روحانی ہوا ۔ پہلا آدی زمین سے یعنی خاکی تھا۔دوسرا آدمی آسمانی ہے۔(۴۸) جیسا وہ خاکی تھا ویسا ہی اور خاکی بھی ہیں اور جیسا وہ آسمانی ہے ویسا ہی اور آسمانی بھی ہیں۔ اورجس طرح ہم اس خاکی کی صورت پر ہوئے اسی طرح اس آسمانی کی صورت پر بھی ہوں گے ۔

اے دینی بھائیو! میرا مطلب یہ ہے کہ گوشت اور خون پروردگار کی بادشاہی کے وارث نہیں ہوسکتے اورنہ فنا بقا کی وارث ہوسکتی ہے ۔دیکھو میں تم سے راز کی بات کہتا ہوں۔ ہم سب تو نہیں سوئیں گے مگر سب بدل جائیں گے۔ اوریہ ایک دم میں ،ایک پل میں، پچھلا نرسنگا پھونکتے ہی ہوگا کیونکہ نرسنگا پھونکا جائے گا اورمردے غیرفانی حالت میں اٹھیں گے اورہم بدل جائیں گے ۔ کیونکہ ضرور ہے کہ یہ فانی جسم بقا کا جامہ پہنے اوریہ مرنے والا جسم حیات ِابدی کا جامہ پہنے ۔ اورجب یہ فانی جسم بقا کا جامہ پہن چکے گا اور یہ مرنے والا جسم حیات ِابدی کا جامہ پہن چکے گا تو وہ قول پورا ہوجائے گا جو لکھا ہے کہ موت فتح کا لقمہ ہوگئی۔ اے موت تیری فتح کہاں رہی ؟ اے موت تیرا ڈنک کہاں رہا ؟موت کا ڈنک گناہ ہے اورگناہ کا زورشریعت ہے۔(۵۷) مگر

پروردگار کا شکر ہے جو ہمارے آقا ومولا سیدنا عیسیٰ مسیح کے وسیلہ سے ہم کو فتح عطافرماتے ہیں۔ پس اے دینی بھائیو! ثابت قدم اورقائم رہو اورپروردگار کے کام میں ہمیشہ افزایش کرتے رہو کیونکہ یہ جانتے ہو کہ تمہاری محنت پروردگار میں بے فائدہ نہیں ہے"۔

دنیا میں ہر شے ۔ تبدیل ہوتی ہے۔ اورتبدیل فنا ہوجانے کا ثبوت ہے۔تبدیلی موت کا ثبوت ہے ۔بچہ جب بدل کر جوان ہوتا ہے۔ تو جوانی سے ضرور بڑھاپے کی طرف مائل ہوگا۔آخر مر جائیگا۔ دنیا کی ہر شئے زوال پذیر ہے۔ لہذا ہر شئے فنا کے تابع ہے۔ موت ایک خوفناک اوربھیانک شے ہے۔ ہر ایک اس سے دوچار ہونا ہے۔ ایسا کوئی فلسفہ نہیں جو اس کا علاج پیش کرسکے۔ موت ایک تاریکی دکھاتی ہے۔ فلاسفر سقراط بھی اپنے چیلوں کو یقین کے ساتھ بتاسکا۔کہ موت کیا ہے؟ اورموت کے بعد کیا ہے؟ موت ایک حقیقت ہے۔ لیکن انسان میں ہمیشہ زندہ رہنے کا ہمہ گیر جذبہ موجود ہے اُس کی طبعی خواہش یہ ہے کہ نہ صرف اُس کی روح ہی زندہ ہے بلکہ اُس کا جسم بھی زندہ رہے۔ تو خدا نے انسان میں جتنی طبعی (نیچرل) خواہشات پیدا کی ہیں۔ اُن کے پورا کرنے کے وسائل بھی پیدا کردئیے ہیں۔ جہاں انسان میں بھوک کی طبعی خواہش رکھی وہاں فطرت میں خوراک بھی پیدا کردی جس سے وہ اپنی طبعی خواہش کو پورا کرسکے۔ جہاں انسان کو پھپھڑے دئیے اوراُن کے لئے آکسیجن کی ضرورت رکھی۔ وہاں فطرت میں ہوا بھی پیدا کردی۔ اسی طرح سے جس خدا نے انسان کی عام طبعی ضرورتوں کو پورا کرنے کا انتظام کیا۔ وہاں اُس خدا کی یہ ذمہ داری ہے کہ انسان کی سب سے بڑی طبعی خواہش کے پورا کرنے کا انتظام کرے۔ انسان ہمیشہ تک زندہ رہنا چاہتا ہے۔ یہ ایک طبعی خواہش ہے۔ خدا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ انسان کی اس خواہش کی تکمیل کے وسائل پیدا کرے۔ اگراس کے تکمیل کے وسائل نہیں تو انسان کی زندگی اشرف المخلوقات (مخلوقات میں سب سے بہتر) زندگی نہیں ہوسکتی بلکہ انسان کی زندگی صاحبِ عقل ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ معلون ہوگی۔ کیونکہ عقل کی بنا پر وہ یہ جانتا ہے کہ میں نے مرجانا ہے۔ اورہمیشہ کی زندگی کا میرے لئے کوئی انتظام نہیں۔ اس کے علاوہ جانوروں کو فکر

مندی نہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ہم نے مرجانا ہے۔ جانوروں کے بچے مرتے ہیں۔ وہ جلد بھول جاتے ہیں۔ لیکن انسان ساری زندگی بھر اپنے عزیزوں کی جدائی کا غم ہمیشہ اپنے ساتھ لئے پھرتا ہے یا تو یہ بہتر ہوتا کہ خدا انسان میں ہمیشہ زندہ رہنے کی طبعی خواہش ہی پیدا نہ کرتا ۔ اوراگریہ خواہش انسان میں رکھی ہے تو اس کی تکمیل کے وسائل پیدا کرنا خدا کی ذمہ داری ہے۔مسیحی فلسفہ یہی بتاتا ہے۔ ۱کرنتھیوں باب ۱۵آیت ۲۰ فی الواقع مسیح مردوں میں سے جی اٹھا ہے اورجو سو(مر)گئے اُن میں پہلا پھل ہوا سیدنا مسیح مردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پہلوٹھا۔وہی خوشخبری ہے۔ اورانجیل مقدس (جومسیحیوں کی مذہبی کتاب ہے) کا نام ہے خوشخبری کی کتاب ہے۔ سیدنا مسیح کی قیامت (جی اٹھنا) ہماری قیامت کا پیش خیمہ ہے۔ ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ چونکہ انسان ہمیشہ زندہ رہنا چاہتا ہے۔ لہذا یہ من گھڑت عقیدہ بنالیا کہ سیدنا مسیح مردوں سے جی اٹھا ہے اور وہ ہماری قیامت کا پیش خیمہ ہے۔ جیسے

خوب سمجھے ہیں جنت کی حقیقت لیکن
دل کے سمجھانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

لیکن سیدنا مسیح کی قیامت ایک تواریخی حقیقت ہے۔ جس کے کئی ثبوت ہیں۔

۱۔ جتنے مذہب پرست ہیں۔ وہ سب روح کی بقا کے قائل ہیں۔ اس پر اُن کا ایمان ہے۔ لیکن روح کی بقا کا اُن کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ اورایمان بغیر ثبوت وہم کرتا ہے ۔ لیکن مسیحی مذہب میں روح کی بقا کا ثبوت سیدنا مسیح کے مُردوں میں سے جی اٹھنے میں پایا جاتاہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ سیدنا مسیح مُردوں میں سے جی اٹھا ہے؟

۱۔ پہلا ثبوت ۔سیدنا مسیح جمعہ کے دن مصلوب ہوئے اوریہی دن گڈ فرائیڈے کہلاتا ہے۔ اوراُس سے اگلے دن شاگرد رومیوں اوریہودیوں کے ڈر کے مارے دروازے بند کرکے اندربیٹھ جاتے ہیں۔ اورہفتے کہ پہلے دن (اتوار) کے دن سیدنا مسیح اُن پر ظاہر ہوتےہیں۔ یوحنا باب ۲۰آیت ۱۹" پھر اُسی دن جو ہفتہ کا پہلا دن تھا شام کے وقت جب وہاں کے دروازے جہاں شاگرد تھے ۔ یہودیوں کے ڈر سے بند تھے۔

سیدنا مسیح آکر بیچ میں کھڑا ہوا اوراُن سے کہا۔ تمہاری سلامتی ہو" اُس وقت وہ بند دروازوں میں تھے۔ اُن کے خوف اور بے اعتقادی کا باربار ذکر پایا جاتاہے۔ تو اگر مردوں میں زندہ ہوجانا تواریخی حقیقت نہیں۔ تویا تو اس بے اعتقادی کا انجیل مقدس میں ذکر نہ ہوتا اوریا اس قسم کی بے اعتقادی ہمیشہ کے لئے مسیح کے شاگرد میں موجود رہتی۔ جب تک اُنہیں سیدنا مسیح کے جی اٹھنے کا کامل یقین نہ ہوا۔ اُنہوں نے یہ نہ مانا کہ وہ واقعی مرُدوں میں سے جی اٹھا ہے۔ تب اُن کا خوف نااُمیدی بے اعتقادی ، دلیری ، اُمید اورایمان میں بدل گئی۔ اس کی وجہ اُس کا مردوں میں سے زندہ ہوجانا ہی ہے۔

۲۔ دوسرا ثبوت: متی باب ۲۷آیت ۶۲تا ۶۶" دوسرے دن جو تیاری کے بعد کا دن تھا امامِ اعظم اورفریسیوں نے پیلاطس کے پاس جمع ہوکر کہا ۔ مالک ہمیں یاد ہے کہ اس دھوکے باز نے جیتے جی کہا تھا میں تین دن کے بعد جی اٹھوں گا ۔ پس حکم دیجئے کہ تیسرے دن تک قبر کی نگہبانی کی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے شاگرد آکر اسے چرالے جائیں اورلوگوں سے کہہ دیں کہ وہ مردوں میں سے جی اٹھا اور پچھلا دھوکا پہلے سے بھی براُ ہو۔ پیلاطس نے ان سے کہا تمہارے پاس پہرے والے ہیں۔جاؤ جہاں تک تم سے ہو سکے اس کی نگہبانی کرو۔ پس وہ دوپہرے والوں کو ساتھ لے کرگئے اورپتھر پر مہر کرکے قبر کی نگہبانی کی ۔ اگر سیدنا مسیح معجزانہ طورپر قبرمیں سے زندہ نہیں ہوگئے۔ تو اُن کی لاش کس طرح قبرسے گم ہوگئی ۔ اُس کے شاگرد تو اُس کے جی اٹھنے سے پہلے اس قدربز دل تھے کہ یہودیوں کے ڈرسے دروازے بند کرکے اندربیٹھے ہوئے ہیں۔ اُنہیں یہ جرات کیسے ہوسکتی تھی کہ جس قبرپر سرکاری مہرلگی ہوئی ہے اورجس قبرپر رومی سپاہیوں کا زبردست پہرہ ہے وہاں سے لاش اٹھا کر لے جائیں۔ رُومی قانون میں اگرسپاہی اپنی ڈیوٹی پرسوجائے تواُسے سزا موت ہوسکتی تھی۔ یہ قرین قیاس ہی نہیں ہوسکتا کہ جب شاگرد خوفزدہ ہیں ۔ سپاہیوں کو صرف تین دن کے پہرہ پرلگاگیا ہے۔ اورسپاہیوں کو یہ بتادیا گیا۔ کہ قبرکی رکھوالی کرو۔ تاکہ اُسے کےشاگرد اُسے چُرا کر نہ لے جائیں۔ ایسی حالت میں یہ عین خلافِ عقل اورخلاف واقعہ دکھا ء

دیتا ہے ۔کہ شاگرد اُس کی لاش چُرا کر لے گئے۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ سیدنا مسیح نے فی الواقع مُردوں میں سے زندہ ہوگیا۔

۳۔ تیسرا ثبوت: اگریہ فرض کرلیا جائے ۔ کہ سیدنا مسیح مردوں میں سے نہیں جی اٹھے۔ لیکن اس کے باجود بھی شاگردوں نے یہ مشہور کردیاکہ وہ جی اٹھا ہے۔ تو یہ ماننا پڑیگا۔ کہ شاگردوں نے خود اپنے آپ کو دھوکا دیا۔ سارے مذہب کی بنیاد اسی دھوکہ پر رکھ دی ۔ اوراسی دھوکہ پر اپنی ساری زندگی کی بنیاد رکھ کر اپنی زندگیاں تک بھی قربان کردیں۔

۱کرنتھیوں باب ۱۵آیت ۱۶تا ۱۷" اگر مُردے نہیں جی اٹھے تو مسیح بھی نہیں جی اٹھا۔ اوراگر مسیح نہیں جی اٹھا توہمارا ایمان بے فائدہ ہے۔ تم اب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہوبلکہ جو مسیح میں سو(مر) گئے ۔وہ بھی ہلاک ہوئے۔ اگرہم صرف اسی زندگی میں مسیح سے اُمید تو سب آدمیوں سے زیادہ بدنصیب ہیں"۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ مردوں میں سے جی اٹھا ہے۔

۴چوتھا ثبوت: اگریہ فرض کرلیں۔ کہ مسیح نہیں جی اٹھا بلکہ شاگردوں کی محض ایک خوش اعتقادی تھی کہ اُنہیں ایسا معلوم ہوا۔ کہ وہ جی اٹھا ہے۔ تو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے ۔ کہ سیدنا مسیح کے باربار ظاہر ہونے پر بھی بعض شک کرتے ہیں کہ وہ نہیں جی اٹھا۔ متی باب ۲۸آیت ۱۷" اوراُنہوں نے اُسے دیکھ کر سجدہ کیا مگر بعض نے شک کیا۔مرقس باب ۱۶: آیت ۱۱تا ۱۳" انہوں نے یہ سن کر کہ آپ جیتے ہیں اس نے آپ کو دیکھا ہے یقین نہ کیا۔ اس کے بعد آپ دوسری صورت میں ان میں سے دو کو جب وہ دیہات کی طرف پیدل جارہے تھے دکھائی دیئے۔ انہوں نے بھی جاکر باقی لوگوں کو خبردی مگرانہوں نے ان کا بھی یقین نہ کیا۔ لوقا باب ۲۴ آیت ۱۱تا ۱۲" جنہوں نے رسولوں سے یہ باتیں کہیں وہ مریم مگدلینی اوریوانہ اوریعقوب کی ماں مریم اوراُن کے ساتھ کی باقی عورتیں تھیں مگریہ باتیں اُنہیں کہانی سی معلوم ہوئیں اوراُنہوں نے اُنکا یقین نہ کیا۔ اس پر پطرس اٹھ کر قبر تک دوڑا گیا اورجھک کر نظر کی اوردیکھا۔کہ صرف کفن ہی کفن ہے اور اس ماجرے سے تعجب کرتا ہوا اپنے گھر چلا گیا" لوقا باب

۲۴آیت ۳۸ تا ۴۱" ۔آپ نے ان سے فرمایا تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس لئے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہوں ۔ مجھے چھوکر دیکھو کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔ اور یہ کہہ کر آپ نے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے"۔ جب مارے خوشی کے ان کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے آپ نے ان سے فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے ؟یوحنا باب ۲۰آیت ۹" کیونکہ وہ اب تک اُس نوشتہ کو نہ جانتے تھے جس کے مطابق اُس کا مردوں میں سے جی اٹھنا ضرور تھا یوحنا باب ۲۰آیت ۱۳تا ۱۶" انہوں نے اس سے کہا اے خاتون تم کیوں روتی ہو؟ اس نے ان سے کہا اس لئے کہ میرے مولا کو اٹھالے گئے ہیں اور معلوم نہیں کہ انہیں کہاں رکھا ہے ۔ یہ کہہ کر وہ پیچھے پھری اور سیدنا عیسیٰ کو کھڑے دیکھا اور نہ پہچانا کہ یہ آپ ہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا اے خاتون تم کیوں روتی ہو؟ کس کو ڈھونڈتی ہو۔ اس نے باغبان سمجھ کر آپ سے کہا میاں اگر تم نے اس کو یہاں سے اٹھایا ہو تو مجھے بتادے کہ اسے کہاں رکھا ہے تاکہ میں اسے لے جاؤں۔ سیدنا عیسیٰ نے اس سے فرمایا مریم ! اس نے مڑکر آپ سے عبرانی زبان میں کہا ربونی ، یعنی اے استاد۔یوحنا باب ۲۰آیت ۱۸" مریم مگدلینی نے آکر صحابہ کرام کو خبردی کہ میں نے مولا کو دیکھا اور انہوں نے مجھ سے باتیں کہیں۔اُن کی بے اعتقادی کا بار بار ذکر پایا جاتا ہے ۔لہذا مسیح کا مُردوں میں سے جی اٹھنا اُن کی خوش اعتقادی کی وجہ سے نہیں ہے ۔ بلکہ ایک تواریخی حقیقت ہے۔

۵۔ پانچواں ثبوت: اُس کا ظہور محض ایک دن ہی نہیں ہوا۔ کہ جس میں دھوکہ ہونے کا امکان ہوسکتا ہے اوراُس کا ظہورایک ہی شخص پر نہیں ہوا۔ بلکہ وہ باربار ظاہر ہوتا رہا ۔ یہاں تک کہ چالیس دن تک ظاہر ہوتا رہا ۔ اعمال باب ۱آیت ۳" اُس نے دکھ سہنے کے بعد بُہت سے ثبوتوں سے اپنے آپ کو اُن پر زندہ ظاہر بھی کیا۔ چنانچہ چالیس دن تک اُنہیں نظر آتا اورخدا کی بادشاہی کی باتیں کرتا رہا"۔ پھر یہ ظہور بہت سارے لوگوں پر ہوا۔ ۱کرنتھیوں باب ۱۵آیت ٦" پھر پانچ سو سے زیادہ بھائیوں کو ایک ساتھ دکھائی دیا۔ جن میں سے

اکثر اب تک موجود ہیں اور بعض سوگئے"۔ تو اس کا مردوں میں سے زندہ ہوجانا ایک حقیقت ہے۔

۶۔ چھٹا ثبوت: مسیح کے مردوں میں سے جی اٹھنے کا بیان چاروں اناجیل میں پایاجاتاہے۔ جن بیانات میں نہ تو تضاد پایا جاتاہے نہ ہی ایک دوسرے کے بیان کی نقل پائی جاتی ہے۔ اوربیانات میں تضاد ہو تو یہ ثابت ہوتاہے۔ کہ وہ واقعہ جھوٹا ہے اوریہ بھی عین ممکن ہے کہ کوئی واقعہ دراصل وقوع میں نہ آیا ہو۔ لیکن چند ایک آدمی مشورہ کرلیں اورمشہورکردیں۔ کہ وہ واقعہ دراصل وقوع میں آیا ہے۔ تو جھوٹے واقعہ کو سچا ثابت کرنے کےلئے بیان کرنے والوں کو ایک دوسرے کے بیان کی بہت زیادہ نقل کرنی پڑے گی۔ آپس میں مشہورکرکے بیانات لکھنے پڑینگے لیکن اگر واقعہ سچا ہو۔ اورچاراُس کے چشم دید گواہ ہوں۔ تواُن کے بیانات میں کچھ فرق ضرور ہوگا۔ کوئی ایک خاص بات کے بارے میں زیادہ تفصیل سے بیان کرے گا۔ لیکن چاروں چشم دید گواہوں کو ضرورت نہیں۔ کہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر ایک ہی طرح سے واقعہ بیان کری۔ بلکہ ایسا کرنے سے واقعہ کے حقیقی ہونے میں شک ہوجائے گا۔ لیکن اگر چاروں آزادانہ طورپر حقیقی واقعہ کا بیان کریں۔ تو اگرچہ بیانات میں فرق ہونگے۔ لیکن اُن کا فرق ہی واقعہ کی سچائی کا ثبوت ہوگا۔ چاروں انجیلوں کے لکھنے والوں نے مُردوں میں سے زندہ ہوجانے کا واقعہ کو اپنی اپنی آزاد مرضی سے لکھاہے۔ کسی نے سارے واقعہ کی تفصیلات بیان کردیں۔ کسی مصنف نے کسی بات کو نظر انداز کردیا۔ کسی نے واقعہ کےکسی خاص پہلو پر زوردیا۔ بعض نے عورتوں کا ذکر کیا۔ بعض نے فرشتوں کا بھی ذکر کیا۔ بعض نے شاگردوں پر مسیح کے ظاہر ہونے کا ذکر کیا۔ یہ ساری باتیں اس بات کا ثبوت ہیں۔ کہ مسیح کا مردوں میں سے زندہ ہوجانا ایک من گھڑت کہانی نہیں ہے۔ بلکہ ایک تواریخی حقیقت ہے۔

۷۔ ساتواں ثبوت: مسیح کے مردوں میں سے زندہ ہوجانے کے بعد شاگرد بے حد دلیر بن جاتے ہیں۔ اوراُن کی ساری منادی سیدنا مسیح کا مردوں میں سے زندہ ہوجانا ہی بن جاتی ہے ۔ تویہ ایک حقیقت تھی ۔ اُن کی زندگی کا تجربہ تھا۔ جس نے اُن کی زندگی تبدیل کردی۔ منادی کےلئے دلیر

بنادیا۔ اس تواریخی حقیقت کا اُن کی زندگیوں پر ایسا اثر ہوا کہ اسی کی منادی کرتے کرتے اپنی زندگیاں بھی قربان کردیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر سیدنا مسیح مردوں میں سے زندہ ہوگئے تو ہمیں اس سے کیا فائدہ ہے؟ مسیح کی قیامت ہماری قیامت کا پیش خیمہ ہے۔ ۱کرنتھیوں باب ۱۵آیت ۲۰تا ۲۲" لیکن فی الواقع سیدنا مسیح مردوں میں سے جی اٹھے ہیں اورجو سوگئے ہیں ان میں پہلا پھل ہوئے ۔کیونکہ کہ جب آدمی کے سبب سے موت آئی تو آدمی ہی کے سبب سے مردوں کی قیامت بھی آئی۔ اورجیسے آدم میں سب مرتے ہیں ویسے ہی سیدنا عیسیٰ مسیح میں سب زندہ کئے جائیں گے "۔ موت ایک حقیقت ہے ۔ وہ مردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پہلو ٹھا ۔ انجیل مقدس میں کہلاتا ہے ۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ پہلا ہے اوراُس کے بعدباقی انسان ہے جو زندہ ہو جائیں گے۔ انسانیت کی دائمی زندگی کی طبعی خواہش کی تکمیل سیدنا مسیح کی قیامت (دوبارہ زندہ ہوجانے)میں دکھائی دیتی ہے۔ اورصرف سیدنا مسیح ہی ہے۔ جس نے مردوں میں سے زندہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

ان مذکورہ بالا دعوؤں کی وجہ سے وہ لاثانی ہے۔

پانچواں باب

اُس نے لاثانی قسم کی تعلیم دی۔ اورلاثانی ہی دعوے کئے۔جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں درج کردیا گیا ہے۔ اُس کا چال چلن لاثانی تھا۔ اورجو تعلیم دی اوردعویٰ کئے اپنے چال چلن سے اُن کا ثبوت پیش کیا۔ اگراُس نے مجسم خدا ہونے کا دعویٰ کیا ۔ تو اپنے پاکیزہ چال چلن سے یہ ثبوت بھی پیش کردیا۔ کہ خدا کیسا پاک ہے۔اپنی محبت سے خدا کی محبت کا ثبوت پیش کیا ۔ اگرنجات دہندہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو اپنی زندگی سے ثبوت دیاکہ وہ خود ہر طرح سے گناہوں سے پاک ہے۔

۱۔ اگراُس نے یہ تعلیم دی جیسے میں نے تم سے محبت کی۔ تم بھی ایک دوسرے سے محبت رکھو۔ یوحنا ۱۳" ۳۴" اوراگر یہ کہا کہ میں تمہارے درمیان خدمت کرنے والے کی مانند ہوں۔ لوقا ۲۲ : ۲۷" تو سیدنا مسیح نے اُس یہوداہ اسکریوتی سے بھی محبت رکھی۔ یوحنا ۱۳" ۱تا ۲" عید فسح سے پہلے جب سیدنا عیسیٰ نے جان لیا کہ میرا وہ وقت آپہنچا ہے

کہ دنیا سے رخصت ہوکر پروردگار کے پاس جاؤں تو اپنے ا ن لوگوں سے جو دنیا میں تھے جیسی محبت رکھتے تھے آخر تک محبت رکھتے رہے ۔ اور جب ابلیس شمعون کے بیٹے یہودہ اسکریوتی کے دل میں ڈال چکا تھا کہ آپ کو پکڑوائے " تو اُس نے اُس شاگرد کے پاؤں دھوئے جس کے متعلق وہ یہ جانتا تھا کہ مجھے پکڑوائے گا۔

۲۔ اگریہ تعلیم دی تھی کہ دشمنوں سے پیارکرو لعنت کرنے والوں کے لئے برکت چاہو تو لوقا ۲۳: ۳۴" سیدنا مسیح نے کہا۔اے پروردگارانہیں معاف کردئیجئے کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں۔ جہاں محبت ہوگی وہاں معاف کردینے کی طبیعت بھی ہوگی۔ یوحنا ۱۳: ۱۴تا ۱۵" پس جب مجھ مولا اوراستاد نے تمہارے پاؤں دھوئے تو تم پر بھی فرض ہے کہ ایک دوسرے کے پاؤں دھویا کرو۔کیونکہ میں نے تم کو ایک نمونہ دکھایا ہے کہ جیسا میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے تم بھی کیاکرو۔"

۳۔ سیدنا مسیح نے اپنی پاکیزہ زندگی کا ثبوت پیش کیا۔

۵۔ دشمنوں کے سامنے کھڑے ہوکر انہیں چیلنج کیا اورکہا ۔یوحنا ۸باب آیت ۴۶" تم میں سے کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے۔ اگر میں سچ بولتاہوں تو میرا یقین کیوں نہیں کرتے " ہر آدمی میں خوبیاں اور خامیاں ہوتی ہیں۔ عموماً دوست دوست کی کمیوں کو نظر انداز کردیتا ہے اوردشمن کی خوبیوں کو نظر اندازکردیتا ہے اوردوست کی خوبیوں کی ذکر کرتا ہے اوردشمن کی کمیوں کا ذکرکرتا ہے۔ تو اگر کوئی دوست اپنے دوست کی خوبیوں کا بیان کرے۔ تو اس سے وہ دوست بے قصور ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن اگر دشمن بھی اُس کی کسی کمی کو بیان نہ کرسکے تو یہ اُس کی بے گناہ زندگی کا ثبوت ہوگا۔ سیدنا مسیح کی ایسی ہی پاکیزہ زندگی تھی۔ کہ دشمن بھی اس پر کوئی گناہ ثابت نہ کرسکے۔

اُس زمانے کے سیدنا مسیح کے بدترین دشمن یہودی (مذہبی رہنما) اس پر کوئی جُرم ثابت نہ کرسکے۔ (لوقا ۲۳: ۱تا ۴)پھر ان کی ساری جماعت اٹھ کر آپ کو پیلاطس کے پاس لے گئی۔اورانہوں نے آپ پر الزام لگانا شروع کیا کہ اسے ہم نے اپنی قوم کو بہکاتے اور قیصر کو خراج دینے سے منع

کرتے اوراپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے پایا۔پیلاطس نے آپ سے پوچھا کیا تم یہودیوں کے بادشا ہ ہو؟ آپ نے اس سے فرمایا : تم خود کہتے ہو۔پیلاطس نے امام اعظم اورعام لوگوں سے کہا میں اس شخص میں کچھ قصورنہیں پاتا۔"

اُس زمانے کہ مذہبی رہنما جو سیدنا مسیح کے بدترین دشمن تھے۔اُس پرکوئی جرم ثابت نہ کرسکے۔

اُس زمانے کی رومی حکومت کے دوبادشاہ پیلاطس اور ہیرودیس سیدنا مسیح کو بے گناہ قراردیتے ہیں۔ لوقا ۲۳: ۱۳تا ۱۵" پھرپیلاطس نے امام اعظم اورسرداروں اورعام لوگوں کو جمع کرکے ۔ ان سے کہا کہ تم اس شخص کولوگوں کا بہکانے والا ٹھہراکرمیرے پاس لائے ہو اوردیکھو میں نے تمہارے سامنے ہی اس کی تحقیقات کی مگر جن باتوں کا الزام تم اس پر لگاتے ہوان کی نسبت نہ میں نے اس میں کچھ قصورپایا ۔ اور نہ ہیرودیس نے کیونکہ اس نے اسے ہمارے پاس واپس بھیجا ہے اوردیکھو اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جس سے وہ قتل کے لائق ٹھہرتا۔

ب۔ وہ دونو چورجو ایک سیدنا مسیح کے دہنے اور دوسرا بائیں ہاتھ صلیب پرلٹک رہا تھا۔ وہ بھی سیدنا مسیح کو بے قصورٹھہراتے ہیں ۔ لوقا ۲۳: ۳۹تا ۴۱" پھر جو بدکار صلیب پر لٹکائے گئے تھے ان میں سے ایک آپ کو یوں طعنہ دینے لگا کہ کیا تم مسیح نہیں؟ تو اپنے آپ کو اورہمیں بچاؤ۔ مگر دوسرے نے اسے جھڑک کر جواب دیا کہ تم پروردگارسے بھی نہیں ڈرتے حالانکہ اسی سزا میں گرفتارہو؟ اورہماری سزاتو واجبی ہے کیونکہ اپنے کاموں کابدلہ پارہے ہیں لیکن اس نے کوئی بے جا کام نہیں کیا"۔

ج۔ یہوداہ اسکریوتی جس نے دھوکا دے کر سیدنا مسیح کوگرفتارکروادیا۔ اُس نے بھی سیدنا مسیح کے بے گناہ ہونے کی گواہی دی ۔متی ۲۷" ۳تا ۵" جب آپ کے پکڑوانے والے یہوداہ نے یہ دیکھا کہ آپ مجرم ٹھہرائے گئے توپچھتایا اوروہ تیس دینارامام اعظم اوربزرگوں کے پاس واپس لاکر کہا ۔میں نے گناہ کیاکہ بے قصورکو قتل کے لئے پکڑوایا انہوں نے کا ہمیں کیا؟ تم جانو۔ اوروہ دیناروں کو مقدس میں پھینک کر چلا گیا اورجاکراپنے آپ کو پھانسی دی

۲۔ رومی صوبہ دار جو بوقت سیدنا مسیح کے مصلوب ہونے کے وہاں موجود تھا۔ لوقا ۲۳: ۴۷" یہ ماجرا دیکھ کر صوبہ دار نے خدا کی تمجید کی اور کہا بے شک یہ آدمی راستباز تھا۔

پس جب سیدنا مسیح کا ایسا لاثانی چال چلن تھا کہ نہ تو اُس زمانہ کے مذہبی رہنما یہودی اور نہ ہی اُس زمانہ کی رومی حکومت کے بادشاہ پیلاطس اور ہیرودیس اُس پر الزام لگاسکے تو وہ سچ مچ بے گناہ تھا۔

تو مسیحیت کی ترقی کا واحد راز سیدنا مسیح کی لاثانی شخصیت ہے۔

چھٹا باب

اس کتاب کے پڑھنے والوں سے یہ اپیل ہے کہ ہر طرح کے تعصب کو بالائے طاق رکھ کر سیدنا مسیح کی تعلیم اور اُس کے دعوؤں اور چال چلن پر غور کریں۔ اور ہر چیز کو آزمائیں جو بہتر ہے اُسے قبول کریں۔ اس کے متعلق مزید واقفیت حاصل کرنے کیلئے انجیل مقدس کو پڑھیں ۔ جو ہر زبان میں نہایت ہی سستے داموں پر جہاں کہیں مسیحی ہیں۔ اُن کی وساطت سے مل سکتی ہے۔ انجیل مقدس کو پڑھیں اور ساتھ خدا سے دعا کریں۔ کہ وہ اپنا نور آپ کے دل میں چمکائے اور مزید واقفیت کیلئے اگر مصنف کتابِ ہذا کی خدمت درکار ہو۔ تو اُس سے خط وکتابت کریں۔ آپ کی روحانی مدد کرنا میرے لئے باعثِ خوشی ہوگا۔